مئی/جون ۲۰۰۹ء

معارفِ رضا

مدیر اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری

مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (رجسٹرڈ) (کراچی - پاکستان)
25-جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، پوسٹ بکس نمبر-7324، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون : 2725150-21-92+ فیکس : 2732369-21-92+
ای میل : mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ : www.imamahmadraza.net
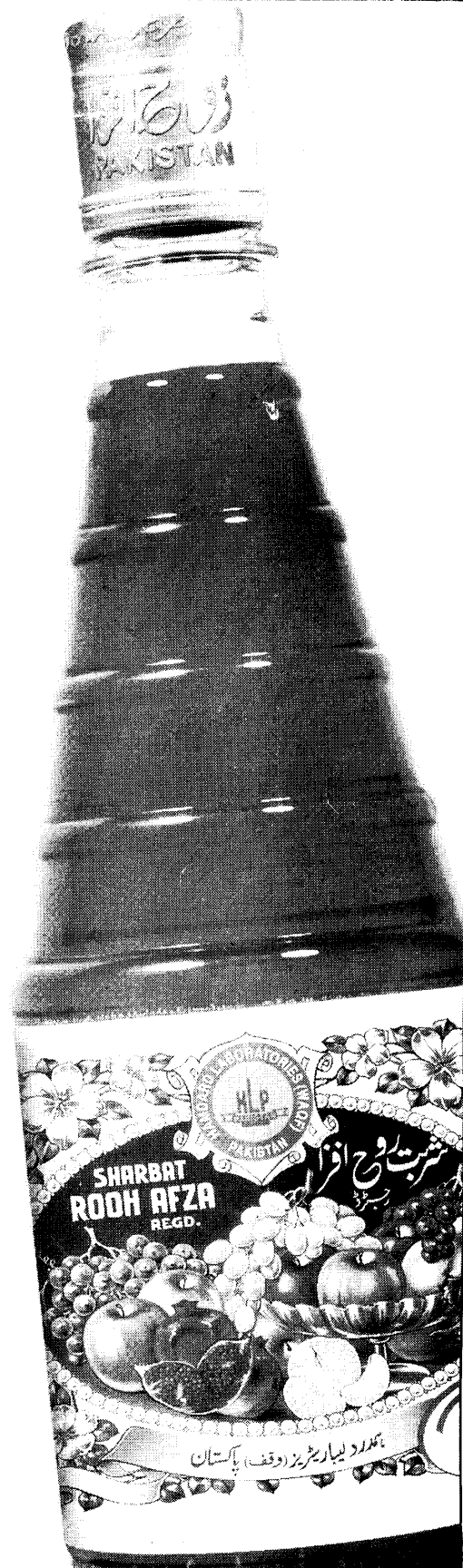
ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا انتیسواں سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: ۲۹ شمارہ: ۵، ۶

جمادی الاول، جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/مئی، جون ۲۰۰۹ء

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/200 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِتعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/ مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی، سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

﴿نوٹ: کراچی شہر کے حالات اور لوڈ شیڈنگ کے سبب کمپوزنگ اور دیگر کاموں میں تاخیر کے باعث ماہنامہ ''معارفِ رضا'' کراچی کا یہ شمارہ دو مہینے یعنی برائے مئی/ جون ۲۰۰۹ء کی اشاعت پر مشتمل ہے۔ ادارہ﴾

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دِل کواُن سے خُدا جدا نہ کرے

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے — بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں روضے کا سجدہ ہو کہ طواف — ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں — کون اِن جرموں پر سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب — آہ! عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے — ارے، تیرا بُرا خدا نہ کرے

عذرِ امید عفو گر نہ سنیں — روسیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور — کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے — منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل — ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے سب کا جی رکھنا — وہی اچھا جو دل برا نہ کرے

دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں — کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

نعت شریف

اس محبوب کا صدقہ میری مان ہوا

مولانا محمد شہزاد مجددی

اس محبوب کا صدقہ میری مان ہوا
تجھ پر نافذ ہے جس کا فرمان ہوا

طیبہ میں اک نعت ہدیہ لیتی جا
کردے مجھ پر اتنا تو احسان ہوا

کر معمور دل و جاں کو اس خوشبو سے
لا طیبہ سے کچھ عطر و لوبان ہوا

تو جالی کے اس جانب بھی جاتی ہے
جس جانب ہے مولیٰ کی برہان ہوا

میرے بھی ممدوح وہی ہیں تیرے بھی
یعنی احمد ﷺ ممدوح رحمٰن ہوا

تو محظوظ ہوئی ہے ان کی سانسوں سے
رب نے تجھ کو بخشی کیسی شان ہوا

تو بھی شامل تھی سرکار کی طینت میں
تجھ پہ فدا ہوجائے میری جان ہوا

تونے تو سرکار کے لب بھی چومے ہیں
میں تیری خوش بختی پر قربان ہوا

تونے حرا میں وہ منظر بھی دیکھا تھا
اترا تھا قرآن پہ جب قرآن ہوا

ساتھ رہی ہے اسرا و معراج میں تو
پائے ہیں کیا کیا روح و ریحان ہوا

تو گوش سرکار تلک پہنچاتی تھی
نعت پڑھا کرتے تھے جب حسان ہوا

میں بھی تیرے ساتھ مدینے جا پہنچوں
ہے کوئی اس طرح کا امکان ہوا

آتی ہے شہزاد ریاض الجنت سے
تازہ تر کرنے میرا ایمان ہوا

منقبت

بحضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ

سید عارف محمود مہجورؔ رضوی

بچایا دین و ایماں تلف ہونے سے مسلماں کا
عظیم احساں ہے امت پر امام احمد رضا خاں کا
رہا رُخ موڑ کے تو جھوٹ کے ہر ایک طوفاں کا
زمانہ آج بھی ممنون ہے تیرے لطف و احساں کا

محدث بھی مفسر بھی مجدد بھی تو برحق ہے
ترے ہی سر پہ بجتا تاج ہے شاہِ فقیہاں کا
فصاحت میں بلاغت میں فقاہت اور امامت میں
ہے جاری آج بھی سکہ ترے ہی علم و عرفاں کا

ترے ہر لفظ سے الفت کے سوتے پھوٹے پڑتے ہیں
مطالعہ کرکے دیکھے بھی تو کوئی ''کنزِ ایماں'' کا
مقابل کب ترے ٹھہرا ہے کوئی دیو کا بندہ
ہوا کب ہے کسی سے سامنا اس تیغِ برآں کا

ترے صدقے ترے قرباں مرے آقا مرے شاہا!
نمایاں کردیا سب فرق تو نے کفر و ایماں کا
نشانِ اہلِ سنّت بن گئی نسبت بریلی کی
عجب بخشا تجھے حق نے صلہ خدماتِ ذی شاں کا

مدد اے اعلیٰ حضرت! اے مجدد دین و ملت کے
عدو ہے چار سو پھر سے شکاری دین و ایماں کا
ہے تیرے نام کی نسبت سے یہ مہجورؔ بھی رضوؔی
جہاں میں آج بھی جاری ہے تیرا بحر فیضاں کا

اپنی بات

خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۞ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۞ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ۞ (البقرۃ ۲ : ۱۱۔۱۳)

''اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔ اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، سنتا ہے؟ وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔''

(ترجمہ کنزالایمان)

آج کل ہمارے پیارے وطن پاکستان میں دہشت گردی، فتنہ و فساد، لوٹ مار، قتل و غارت گری کا جو بازار نام نہاد تحریک اصلاح معاشرہ اور نفاذِ شریعتِ محمدی کے نام پر گرم ہے، وہ دراصل اسی منافق گروہ کی طرف سے ہے جس کو قرآن حکیم نے مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ میں فسادی، احمق اور بے عقل و بے شعور یعنی جنونی کہا ہے۔ اس سے قبل کی آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان فسادیوں کو قلبی اور روحانی مریض قرار دیا ہے اور واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ فتنہ پرور لوگ اگرچہ اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ایمان والے نہیں۔ پھر آنے والی آیات میں اس کی مزید تشریح کی گئی ہے کہ یہ فسادی گروہ کیوں اہلِ ایمان سے نہیں۔ اس لیے کہ یہ گستاخِ صحابہ کرام اور صالحین مومنین ہیں اور اللہ تعالیٰ کو صحابۂ کرام اور صالحین کی اتباع محمود و مطلوب ہے۔ (ملاحظہ ہو انہی آیات کی تفسیر خزائن العرفان میں) لہٰذا تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی اور طالبان، صالحینِ کرام سے منحرف ہونے کی بنا پر گمراہ قرار پائے۔

ہماری مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دہشت گردی اور طالبانائزیشن کی تحریک زور شور سے جاری ہے۔ صوبۂ سرحد میں صوبائی حکومت کی رٹ عملاً ختم ہو چکی ہے۔ صوبائی اور وفاقی انتظامیہ کے زیرِ اہتمام قبائلی علاقوں سے نکل کر اب کالعدم نفاذِ شریعتِ محمدی اور طالبان کے انسانیت دشمن مسلم کُش ''مجاہدین'' صوبۂ سرحد کے دیگر شہروں اور قصبوں میں قتل و غارت گری، لوٹ مار، سرکاری اور نجی عمارتوں، اسکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کی عمارات کو بموں سے اُڑاتے پھر رہے ہیں، حتیٰ کہ بزرگانِ کرام کے مزارات، خانقاہوں کو تاخت و تاراج کیا جارہا ہے۔ ان بزرگوں کی باقیات کو تہ تیغ اور خانقاہوں، مساجد اور مدارس پر

بندوق کے زور پر قبضہ کیا جارہا ہے۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی سُنّی سلطنت، سلطنتِ ترکیہ کی شکست و ریخت کی تاریخ دشمنانِ اسلام پاکستان کی سرزمین پر دہرانے کی پھر سے تیاری کر رہے ہیں۔ "لارنس آف عربیا" کا کردار ادا کرنے کے لیے صیہونی، عیسائی اور ہندو لابی نے افراد کا انتخاب کرلیا ہے اور "شیخ نجد" کے کردار کے لیے بھی ایک ایسے شخص کا انتخاب کرلیا گیا ہے جو نام کا تو "صوفی" ہے لیکن اس کا اصل منشور اسلام، احسان اور صوفیائے کرام کے خانقاہی اور تدریسی نظام، ان کے مزارات بلکہ ان کے نام و نشان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔

آج اسلام کے نام پر ان کے ظلم و بربریت اور جبر و تشدد کی وجہ سے نہ صرف ہمارے پیارے وطن پاکستان کا نام بدنام ہو رہا ہے بلکہ پوری امتِ مسلمہ دنیا بھر میں رسوا ہو رہی ہے۔ سچ فرمایا مولانائے روم نے۔

تا دلِ صاحب دلاں نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوانہ کرد

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اکابرین علما و مشائخ اور عوام الناس نے تحریک پاکستان میں حصہ اسی شرط پر لیا تھا کہ یہاں سید عالم ﷺ کے دین کے نظامِ معاشرت و معیشت اور عدل و انصاف کو رواج دیا جائے گا۔ اس ضمن میں بانیٔ پاکستان جناب محمد علی جناح کا علما و مشائخ اہل سنت والجماعت سے تحریری کمٹمنٹ (Commitment) تاریخ تحریکِ پاکستان کی دستاویز کا ایک حصہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں "قائدِ اعظم کا مسلک" مصنفہ: محقق تاریخ پاکستان حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری)

قراردادِ مقاصد کی ڈرافٹنگ میں ہمارے اس وقت کے اکابرین، مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا علیم الدین صدیقی (خلیفۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت)، صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی (خلیفۂ اعلیٰ حضرت)، حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی، حضرت پیر بھرچونڈی شریف، حضرت پیر مانکی شریف، حضرت پیر مولانا قمر الدین سیالوی، حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ و دیگر حضرات کی مخلصانہ کاوشیں شامل تھیں۔ اور آخر کار ۱۹۷۳ء کے آئین میں اس شق کے اندراج میں کہ "پاکستان میں کوئی قانون خلافِ قرآن و سنت نہیں بنایا جاسکتا" حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا عبد الستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور جمیعت علمائے پاکستان کے اس وقت کے دیگر سُنّی ممبرانِ قانون ساز اسمبلی کی انتھک کاوشیں قومی اسمبلی کی کاروائی اور اس وقت کے اخبارات کے صفحات کا روشن حصہ ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہم نے ہر سطح پر آنے والی حکومت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ دین کو اس کی اصل روح کے مطابق ملک میں رائج کیا جائے۔ نجدیوں، خارجیوں اور معتزلیوں اور لبرل ازم کے نمائندہ گروہوں کی تشریح و تعبیر کے مطابق ہمیں کوئی "نظامِ شریعت" اور نظامِ عدل و انصاف قبول نہ ہوگا۔

ہم سوات و مالاکنڈ سمیت پورے ملک میں حقیقی نفاذِ شریعت کی غیر مشروط اور مکمل حمایت بلکہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ نفاذِ شریعت ہے، نفاذِ نجدیت نہیں۔ ہم شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثنا کا

صحیح معنوں میں دور دورہ چاہتے ہیں، ''شریعتِ صوفی محمد'' کا ڈھکوسلہ نہیں۔

صوبائی اور وفاقی حکومت نے کلاشنکوف تہذیب کے آگے ہتھیار ڈالنے کی جو روایت قائم کی ہے ان کی بے بصیرت اور بزدل قیادت کو شاید اس کے خوفناک عواقب و نتائج کا علم نہیں کہ اس کے اندر مملکتِ پاکستان کے مستقبل کے متعلق کس قدر خرخشے اور وسوسے سر اُٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خاں آنجہانی کی باقیات جس کا روزِ اوّل سے منشور کانگریسی سیکولرازم رہا ہے، آج اسلام کے نظامِ عدل اور نفاذِ شریعت محمدی کی دعویدار بن رہی ہے۔ لیکن ان کا یہ عمل اخلاص پر مبنی نہیں ہے بلکہ ہر حال میں کرسیِ اقتدار سے چمٹے رہنے کی ایک سعیِ ناکام ہے۔ ان کو علم ہونا چاہیے کہ اقتدار آنی جانی چیز ہے، اللہ مالک الملک کی بادشاہت اصل بادشاہت ہے وہ جسے چاہے اقتدار عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ صوبۂ سرحد کی حکومت کے اربابِ حلّ وعقد نے بار بار میڈیا پر یہ بات دہرائی ہے کہ سوات اور مالاکنڈ میں نفاذِ شریعت کا بل ان کی ترجیح نہیں بلکہ ان کی مجبوری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اپنے عمل میں مخلص نہیں، اگر یہ دین سے مخلص ہوتے تو پورے ملک میں نفاذِ شریعت کی بات کرتے۔ لہٰذا ان کے اس عمل کی حیثیت ایک نمازِ بے طہارت کی سی ہے جو رحمتِ الٰہی کے مستحق ہونے کے بجائے عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ کیا یہ وہی گروہ نہیں ہے جس نے مشرف صاحب کے دور میں تحفظِ نسواں بل میں بیّن غیر شرعی شقوں کی شمولیت کے باوجود اس کے حق میں ووٹ دیا؟ اس وقت ان کا جذبۂ نفاذِ شریعتِ اسلامی کہاں سویا ہوا تھا؟

پھر ان کے اس منافقانہ بلکہ مجرمانہ عمل کے ردِّ عمل کے طور پر دو قسم کی لابی کے نمائندے الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا پر بطور ''ماہرینِ اسلامی قوانین اور قرآن وسنہ'' آرہے ہیں یا لائے جارہے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو اپنے قول و فعل، فکر اور طرزِ حیات، ہر اعتبار سے سیکولر یا لادین ہیں۔ ایسے لوگ دہشت گردوں کے بندوق کے زور پر اپنی من مانی شریعت کے نفاذ کی آڑ میں اسلام کے مسلمہ عقائد، افکار و اعمال کا کھلم کھلا مذاق اڑا رہے ہیں جو ساری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزادی کا باعث اور صیہونی، عیسائی اور ملتِ شرک وکفر کی تقویت کا سبب بن رہا ہے۔ ظاہر ہے وہ میڈیا پر آکر اپنے ان حقیقی سرپرستوں کے ایجنڈے کو پورا کررہے ہیں اور پاکستان کے مسلمانوں، بالخصوص نوجوان تعلیم یافتہ طبقوں میں انتشارِ فکر کا باعث بن رہے ہیں۔ دوسرا وہ طبقہ ہے، جو معتزلیوں، خارجیوں اور موجودہ دور کی اصطلاح میں نجدیوں (وہابیوں) کے افکار کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ میڈیا کے پردۂ رنگیں پر آکر بڑی رعنائیوں اور مسکراہٹوں کے ساتھ طالبان برانڈ اسلام کو اصل اسلام ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اور (معاذاللہ) سید عالم ﷺ کے مدینہ منورہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت کے قیام سے اس کی مماثلت ثابت کررہا ہے۔ دورانِ گفتگو ان میں سے بعض حضرات کی نوکِ زبان پر ان کا خبثِ باطن بھی آگیا اور انہوں نے مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں قادری حنفی محدثِ بریلوی قدس سرہ سامی کے خلاف بھی زہر اگلا اور ان کی تصانیف کا مطالعہ کیے بغیر ان پر قبر پرستی اور دیگر بدعات کے رواج کا الزام تھوپ دیا۔ اسی دوران بدمذہبوں کے شیخ کُل اور ''فقیہِ شہر'' تقی عثمانی صاحب کا بڑا پُرزور اور تائیدی بیان

کالعدم جماعت نفاذِ شریعتِ محمدی اور طالبان کے حق میں آیا۔ انہوں نے نہ صرف ان کی مدح سرائی کی بلکہ یہ امید ظاہر کی کہ ان کے معاہدۂ نفاذِ شریعت اور عدل و انصاف کی بنیاد پر پورے پاکستان میں بہت جلد اس نظامِ شریعت کے نفاذ کی راہ کھل جائے گی جو صوفی محمد اور طالبان جیسے وہابیوں کا ایجنڈا ہے۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے انہوں نے ان دہشت گردوں کی مجرمانہ حرکتوں یعنی مزاراتِ اولیا، عامۃ المؤمنین کی قبور میں مدفون میتوں کی بے حرمتی، علما و مشائخ اہلِ سنت کا قتلِ عام، لوٹ مار، اہلِ سنت کو ان کی خانقاہوں، مدارس، مساجد اور ٹھکانوں سے بے دخلی کی ان الفاظ میں خاموش تائید کی کہ ان کے بعض طریقہ کار سے تو اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کے مقاصد صالح اور نیک ہیں۔ حالانکہ قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ انہی "فقیہانِ شہر" اور ان کے برادران نے آج سے سوا دو سال قبل ۱۷ دسمبر ۲۰۰۶ء کو اپنے استاذ الاستاذ حکیم اشرف علی تھانوی صاحب کی قبر کو ڈھادینے اور ان کی ہڈیاں تک اکھاڑ کر لے جانے والے واقعہ کے خلاف زبردست احتجاجی بیان جاری کیا تھا اور حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ حکومتِ ہند سے اس پر احتجاج کرے اور ان کے مربّی کی قبر کی بے حرمتی کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دلوائے۔ ان کا یہ احتجاجی بیان روزنامہ جنگ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء کی اشاعت میں اشرف علی تھانوی صاحب کے مقبرے کی تصویر کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ راقم نے معارفِ رضا، جنوری ۲۰۰۶ء میں (صفحہ ۵۵، ۵۶ پر) "مزارِ بے چارۂ و بے کار" کے عنوان سے ایک تبصرہ شائع کیا تھا جو قارئین کرام کی تفننِ طبع کے لیے قندِ مکرر کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔

"مزارِ" بے چارۂ و بے کار کا قصہ

۱۔ قبر پر گنبد (عمارت) بنانا یا قبر کو پختہ کر کے مزار بنانا ناجائز ہے۔

۲۔ قبر پر فاتحہ / میلاد پڑھنا ناجائز ہے۔

(مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی، کفایت المفتی، ج:۱، ص:۲۴۲،۲۳۶، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۱ء)

علمائے دیوبند بشمول جناب اشرف علی تھانوی صاحب کا پختہ قبر کی تعمیر اور مزار پر حاضری اور ایصالِ ثواب کے حوالے سے یہ متفقہ اور واضح فتویٰ ہے لیکن اس واضح فتویٰ کے باوجود دیوبندیوں کے شیخ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی عمارت میں دفن کیا گیا اور اس پر "پختہ مزار" اور قبّہ بھی تعمیر کیا گیا جہاں دیوبندی حضرات بشمول مہتمم و مجاور مولوی نجم الحسن تھانوی صاحب، حدیث "شدِّ رحال" کی مخالفت کرتے ہوئے معمول کے مطابق حصولِ برکت کے لئے روزانہ حاضری دیتے تھے۔ ایک اخباری اطلاع (روزنامہ جنگ کراچی، مورخہ ۱۹/دسمبر ۲۰۰۶ء / روزنامہ امت کراچی، مورخہ ۲۰/دسمبر ۲۰۰۶ء) کے مطابق کسی "شرپسند" یا "دہشت گرد" گروہ نے درج بالا دیوبندی فتوی پر عمل کرتے ہوئے ان کی "پختہ مزار" اور خانقاہ کے احاطے میں، ان کے بھائی مظہر علی "خان بہادر" (جو برطانوی دورِ حکومت میں انگریزوں کے سی۔ آئی۔ ڈی ایجنٹ تھے)، ان کی اہلیہ، ان کے "خلیفہ" اور سابق مہتمم و مجاور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ مولوی ظہور الحسن اور خاندان کے چند دیگر افراد کی قبروں کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اور قبروں کو بری طرح کھود ڈالا اور وہاں سوائے گڑھے کے کچھ نہ چھوڑا، یعنی ہڈیاں تک بھی اٹھالے گئے۔ اس طرح مجاورِ خانقاہِ تھانویہ کی ذراسی کوتاہی نے جناب اشرف علی

تھانوی صاحب کی مٹی تو خراب کی ہی لیکن اس طرح وہ خود اپنی بھی مٹی خراب کر بیٹھے۔ جب مٹی کی بات چل نکلی ہے تو دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کرام بھی "مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں" (تقویۃ الایمان)، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اشرفعلی تھانوی صاحب معاذ اللہ ثم معاذ اللہ انبیاء کرام سے بڑھ کر تھے کہ ان کی قبر میں مٹی کے ڈھیر کے علاوہ کچھ اور بھی بچا ہو۔ بہر حال اپنی جھینپ مٹانے کے لئے نجم الحسن تھانوی صاحب نے اس عمل کو "مزار" کی بے حرمتی قرار دیتے ہوئے حکومتِ ہند سے سخت احتجاج کیا ہے اور ہندو دہشت پسند تنظیم آر۔ ایس۔ ایس (راشٹریا سیوک سنگھ) کو اس "گھناؤنے" کام کا ذمہ دار ٹھہرا کر مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

تعجب انگیز امر یہ ہے کہ جب ۱۹۲۶ء میں نجدیوں نے جنت المعلیٰ، جنت البقیع، شہدائے احد، اور طائف میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، اہل بیت، جید ائمہ امت محمدیہ، محدثین، فقہا اور صلحائے امت کے مزارات تاخت و تاراج کئے اور ان پر گدھوں کے ہل چلوائے (معاذ اللہ) اس وقت دیوبندی امت کے تمام علماء مہر بہ لب تھے بلکہ انہوں نے نجدیوں کے بادشاہ کو فتح مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ پر مبارکباد کے خطوط اور تار روانہ کئے تھے۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: تبلیغی جماعت۔ مصنفہ علامہ ارشد القادری)۔ امت محمدیہ کے ان نہایت مقدس بزرگ و برتر شخصیات کے مزارات کے انہدام سے دیوبندی حضرات کے جذبۂ ایمانی کو کوئی ٹھیس نہ پہنچی تو آج "غیر معروف مزارات" کے اکھاڑ دینے پر واویلا کیسا؟ بہت سے لوگوں کو تو یہ خبر پڑھ کر بھی حیرت ہوئی کہ ان حضرات کے بھی مزارات ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے زندگی بھر مزار تعمیر کرنے کو حرام اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری دینے والوں کو "مزار پرست"، "قبروں کے پجاری" کہہ کر مشرک ہونے کے فتوے جاری کئے۔

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر بینم!

حالانکہ بقولِ غالب ان کا تو یہ حال ہونا چاہیے تھا کہ

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

ادھر پاکستان میں تھانوی صاحب کے کچھ متبعین یہ شور مچا رہے ہیں کہ تھانوی صاحب تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنما تھے اس لئے حکومتِ پاکستان کو اس واقعہ پر ہندوستان سے احتجاج کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں انہی کے ہم مسلک ڈاکٹر سلمان شاہجہانپوری کا حوالہ یہاں بطور گھر کی گواہی کافی ہو گا کہ ڈاکٹر سلمان شاہجہان پوری، دیوبند کے مہتمم قاری محمد احمد ابن قاسم نانوتوی کی طرف سے انگریز گورنر یوپی کے خطبۂ استقبالیہ کے متن کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"غور فرمایئے یہ (دیوبندی) حضرات نصیب کی یاوری پر فخر کر رہے ہیں اور کس زندگی کو "گم نامی اور تاریکی کی قعرمذلت" قرار دے رہے ہیں؟ علوم و فنونِ اسلامی کی تعلیم و تدریس اور اس کی اشاعت کو؟ صبح و شام "قال اللہ و قال الرسول" (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ورد کو اور اعمالِ اسلامی کو؟ اور کس چیز کو "باعثِ ممنونیت و سعادت" قرار دے رہے ہیں؟ (انگریزوں کی خوشامد اور غلامی کو؟) مزید حیرت اس بات پر ہے کہ ان کے اخلاف کا دعویٰ ہے کہ ملک کی آزادی کی جنگ میں ان کا حصہ ہے اور

پاکستان کا قیام ان کی کوششوں کا رہینِ منت ہے۔" (تحقیقی مقالہ "مولانا عبید اللہ سندھی کا دیوبند سے اخراج۔۔۔ پس منظر کے واقعات پر ایک نظر" ماہنامہ الولی، حیدر آباد، سندھ۔ اگست ۱۹۹۱ء تا نومبر ۱۹۹۱ء)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دیوبندی علماء و اسکالرز اپنے عظیم عالم اشرف علی تھانوی صاحب کے بابائے قوم کے نام لکھے گئے جس خط کو علمائے دیوبند کی تحریکِ پاکستان میں مثبت کردار کے ثبوت کے لئے بطورِ سند استعمال کرتے چلے آئے ہیں وہ بھی انہی کے ایک محقق جناب پروفیسر محمد شمیم غازی تھانوی، مقیم کراچی، کی تحقیق کے مطابق قطعی جعلی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار روزنامہ جنگ، کراچی۔ مورخہ ۲۴/اپریل ۲۰۰۵ء، کالم "روزنِ دیوار سے"۔ کالم نگار: عطاء الحق قاسمی)

"مزار" تھانوی کے مجاور نے مزید ستم یہ ڈھایا ہے کہ اب جبکہ وہاں قبروں کی جگہ بقول ان کے صرف گڑھے رہ گئے ہیں تو وہ ان خالی گڑھوں پر دوبارہ جھوٹی اور جعلی قبریں اور مزارات بنا رہے ہیں تو اب کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس سلسلہ میں؟

حیرت کی بات یہ ہے کہ ۱۷/دسمبر ۲۰۰۶ء (ہفتہ اور اتوار کی شب) یہ چھ قبروں اور احاطہ کی مسماری اور باقاعدہ کھدائی کی کاروائی یقیناً ایک درجن سے زائد تجربہ کار مزدوروں نے کی ہوگی لیکن اس کی کانوں کان خبر نہ پڑوس میں رہنے والے مجاور/ مہتمم صاحب کو ہوئی اور نہ ارد گرد کے لوگوں کو ہوئی اور نہ ہی اتنی بڑی جماعت کو مع اوزار/ کدال/ بیلچہ وغیرہ آتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے کسی نے دیکھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والے "شرپسند" گھر کے ہی بھیدی تھے اس لئے وہ پہچانے نہیں گئے اور وہ بڑے اطمینان سے اپنی کاروائی کر کے "فاتحانہ" انداز میں چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے اپنے "حجروں" میں چلے گئے۔

ہم اہلِ سنت و الجماعت تو ابتداء ہی سے مومن کی عزت و حرمت اور مزاراتِ اولیاء اور مومن کی قبر کے تقدس کے قائل ہیں۔ ہمیں جناب نجم الحسن صاحب سے بھی ہمدردی ہے کہ ان کی خانقاہ کو ظلم و بربریت کے ساتھ اجاڑ کر ان کو بے روزگار کر دیا گیا، لیکن اس کے علاوہ اور ہم کہہ بھی کیا سکتے ہیں کہ ایں ہمہ آوردۂ تست! اور پھر یہ کہ ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!

اب ہم پھر وہی سوال دوبارہ "فقیہانِ شہر" بلکہ ان کی تمام ذرّیت سے پوچھ رہے ہیں کہ ایک غیر معروف "مزار" کی بے حرمتی اور اس کو ہڈیوں سمیت اکھاڑ پھینک دینے پر تم نے اتنا واویلا کیا اور اپنے ہی پروردہ اور تربیت یافتہ لوگوں کی حرکت کو متعصب ہندوؤں کے سر منڈھ کر احتجاج کا ڈھونگ رچایا، کیوں؟ اس لیے کہ وہاں تمہارے اپنے استاذ، اپنے مرشد اپنے باپ دادا کا معاملہ تھا، لیکن سوات، مالاکنڈ اور دیر کے علاقہ میں جید اولیا کرام، شہداءِ انام، مشائخ عظام اور ساداتِ کرام کے مزارات کی کھلے عام بے حرمتی کی گئی اور مزارات کھود کر ان بزرگوں کے تر و تازہ جسدِ مبارک کو پھانسی پر لٹا کر انہیں دوبارہ شہید کیا گیا۔ یہ تمام مناظر الیکٹرونک میڈیا کے پردۂ سیمیں پر دکھائے گئے لیکن تمہارے کانوں پر جوں تک نہ رینگی؟ اس بربریت پر غیر مسلم بھی رو دیے لیکن مسلمان اور وہ بھی عالم ہونے کی شہرت رکھنے کے باوجود تمہارے رونگٹے نہ کھڑے ہوئے؟ ان دہشت گردوں، ظالموں اور انسانیت کُش جنونیوں کی

مذمت میں ایک آنسو بھی تمہاری آنکھ سے نہ ٹپکا، ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نہ نکلا، ایک جملہ بھی تمہارے قلم سے احتجاجاً نہ لکھا گیا؟ اس لیے کہ یہ ظلم و بربریت اور دہشت و تشدد تمہارے اپنے فرقے کے لوگ کررہے تھے۔ آج برصغیر پاکو ہند و بنگلہ دیش کی کثیر مسلم آبادی سراپا سوال بن کر پوچھ رہی ہے کہ آج سوات و مالاکنڈ میں اس عظیم حادثۂ فاجعہ پر یہ ''فقیہانِ شہر'' مہر بہ لب کیوں ہیں؟ اس کے خلاف فتویٰ دینے اور اس کی مذمت کرنے کے لیے ان کے قلم کی سیاہی خشک ہوکر ان کے قلب کی سیاہی میں کیوں بدل گئی ہے؟ ان اولیا کرام قدست اسراہم نے آقا و مولیٰ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے چراغ جلاکر اسلام کے ماہِ کامل کی جو چاندنی اس خطۂ ارضِ پاک میں پھیلائی ہے، یہ شپّرہ چشم ''فقیہانِ شہر'' اس کے منکر کیوں ہورہے ہیں؟ اور جو اہلِ ایمان بطور احسان مندی اِن محسنینِ امت کی مئے محبت سے سرشار ہیں اور ان کے مزارات، خانقاہوں اور آستانوں پر حاضری دے کر ان کے درجات کی بلندی اور اپنے لیے دنیا و آخرت میں عاقبت بخیر ہونے کی دعا مانگتے ہیں تو یہ ''فقیہانِ شہر'' اُن کے اس جذبۂ احسان مندی اور محبت کے قدر دان ہونے کے بجائے ان کی تکفیر کرکے ان کی دلآزاری اور توہین کے مرتکب کیوں ہورہے ہیں؟ اگر تصوف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو شاید جناب فیض احمد فیضؔ نے ایسے ہی فقیہانِ شہر کے لیے یہ شعر کہا اور خوب کہا۔

فقیہِ شہر سے مے کا جواز کیا پوچھیں
کہ چاندنی کو بھی حضرت حرام کہتے ہیں

اور اقبالؔ ان فقیہانِ شہر سے یوں شکوہ کناں ہیں:

بلب رسید مرا آن سخن کہ نتواں گفت
بحیرتم کہ فقیہانِ شہر خاموشند
(زبورِ عجم)

کیا اس کو منافقت کے علاوہ کوئی دوسرا نام دیا جاسکتا ہے؟ وہاں چونکہ اپنے باپ، دادا، استاذ اور شیخ کا معاملہ تھا، ''مزارات کی بے حرمتی'' نظر آئی، دہشت گردی نظر آئی، یہاں صدیقین، شہدا اور صالحین کا معاملہ تھا، تمہیں قبر پرستی اور بدعات اور شرک کی بیخ کنی اور اصل شریعت کے نفاذ کے لیے جوازِ جہاد کا نظریہ دکھائی دینے لگا۔ سبحان اللہ! اسی یہ کہتے ہیں کہ وہابیت اور دیوبندیت منافقت کا دوسرا نام ہے۔

ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو!
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا پر اہلِ سنت و الجماعت کو بالعموم اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کو بالخصوص متہم کرنے میں جہاں اعتزال پسند اور نجدی الفکر ذہنیت کار فرما ہے وہیں اہلِ سنت و الجماعت سے تعلق رکھنے والے بعض ایسے افراد بھی دانستہ یا نادانستہ ممد و معاون بن رہے ہیں جنہوں نے اردو میں چند کتابیں تصنیف کرکے ''مفتیِ اعظم''، فقیہِ عصر''، ''شیخ الاسلام''، ''محققِ عصر''، ''محدثِ اعظم'' کے خود ساختہ بھاری بھرکم القابات کا تمغہ اپنے سینے پر سجا رکھا ہے اور اہلِ سنت کے صدیوں سے مستند اور مختار عقائد و نظریات اور اس بنیاد پر دورِ حاضر میں اس کے علمبردار امام احمد رضا حنفی قادری محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحقیقاتِ علمی پر اعتراض کا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حضرت آپ تو اہلِ سنت کے عالم ہونے کے دعویدار ہیں، یہ آپ معتزلہ، خوارج اور نجدیہ کی زباں کیوں بول رہے ہیں اور ان کے دلائل

کیوں پیش کر رہے ہیں جس کا رد ہمارے اسلاف کرام ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں؟ تو فرماتے ہیں کہ "یہ ہماری برسوں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں اس وقت اہل سنت والجماعت کی کوئی بھی علمی شخصیت ایسی نہیں ہے جو ہمارے مدّمقابل آسکے۔ تم نام لیتے ہو علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کا، علامہ مفتی عبد المجید رضوی کا، علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی کا، علامہ مولانا کوکب نورانی کا، علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری کا، علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کا، علامہ مولانا غلام محمد سیالوی کا، علامہ مولانا صدیق ہزاروی کا، بحر العلوم مولانا عبد المنان اعظمی (مبارکپور، انڈیا) کا، علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی (پٹنہ، بہار) کا، علامہ مفتی عبید الحق نعیمی چاٹگامی کا یا مولانا عبد المنان چاٹگامی کا، یا کسی اور عالم کا تو ان سے گفتگو کرنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں، یہ ہمارے لگنے کے نہیں۔ اب جہاں تک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے اختلاف اور ان کی تحقیقات پر اعتراض کرنے کی بات ہے تو ہم تو حضرت عبد الحق محدثِ دہلوی کو بھی محقق علی الاطلاق نہیں مانتے ہیں، ان کی تحریروں سے جگہ جگہ اختلاف کیا ہے مثلاً داڑھی کا کم از کم مقدار یکمشت رکھنے پر ہم نے ان کا رَد کیا ہے اس لیے کہ وہ محدث تھے، محقق اور فقیہ نہ تھے اور پھر ان کی بھی کیا حیثیت ہے۔ ہم نے تو امام اعظم امام ابو حنیفہ سے بھی اختلاف روا رکھا ہے۔ اور تو اور جید تابعی حضرت عطا خراسانی کی بھی بعض تحقیقات کا رد کیا ہے بلکہ ان کے بعض اقوال کی بنا پر ان کو (معاذ اللہ) کافر لکھتے ہوئے بھی ہمارا قلم نہیں لڑکھڑایا۔" جب ایسے نادان دوست اہل سنت کے عالم اور محقق کا لبادہ اوڑھ کر ہماری صفوں میں موجود ہوں تو پھر ہمارے مخالفین و معاندین کو ہمارے خلاف دلائل پیش کرنے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں صرف ان نادان دوستوں کی کتب کی عبارات پیش کرنے کی ضرورت ہے کہ "لو دیکھو، تمہارا محدث، تمہارا مفسر خود ہمارے عقائد و معمولات کے حق میں دلائل دے رہا ہے۔ ہماری بات تم نہیں مانتے، اپنے "محدثِ اعظم" کی بات تو مانو گے۔ اپنے سیاسی "مفتی اعظم" اور "فقیہ عصر" کی بات تو تسلیم کرو گے جو رات دن تمہارے "محدثِ اعظم" کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔"

لیکن ہم اپنے معاندین پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں اور بلا خوف لومۃ لائم ہم بار بار اس کا اعادہ کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد و افکار ہمارے اسلافِ کرام علیہم الرحمۃ الرحمن کی تصانیف سے ظاہر ہیں بالخصوص متاخرین میں حضرت مجدد الف ثانی، محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی اور ماضی قریب میں مجاہدِ جنگِ آزادی حضرت فضلِ حق خیر آبادی، سیف اللہ المسلول حضرت فضلِ رسول عثمانی بدایونی، حضرت محبّ رسول عبد القادر عثمانی بدایونی، حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری اور مجددِ دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری حنفی محدثِ بریلوی قدست اسرارہم کی تحاریر ہمارے لیے سند کا درجہ رکھتی ہیں اور یہ خود ساختہ اور اپنی ذات میں محصور قراقلی ٹوپیوں والے "مفتی اعظم"، "محدثِ اعظم"، "شیخ الاسلام" قسم کی شخصیات جو اپنے ہی نعروں کا آپ جواب دیتی ہوئی نظر آرہی ہیں، یہ کسی اعتبار سے بھی ہمارے مذکورہ اکابرین کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت، فہم و ذکاوت، حمیتِ دینی، غیرتِ ایمانی اور سب

سے بڑھ کر عشقِ رسول ﷺ میں فنائیت کے اعتبار سے ان کے پاسنگ تو کجا، ان کے آگے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس لیے عقائدِ اہلِ سنت کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں صرف وہی تحاریر ہمیں قابلِ قبول ہیں جو ہمارے مذکورہ بزرگوں کی تحریرات اور ان کے قولِ فیصل سے مطابقت رکھتی ہیں۔

تو گفتگو ہو رہی تھی سوات اور مالاکنڈ میں نظامِ عدل و انصاف اور نفاذِ شریعت کے لیے، سرحد کی صوبائی حکومت کی دہشت گردوں کے ساتھ معاہدہ اور اس ضمن میں الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے کردار کی۔ یہ بات قابلِ تحسین ہے کہ میڈیا میں بھی ایسی انصاف پسند اور حق گو شخصیات موجود ہیں جو اس بات کا کھلم کھلا اعتراف کر رہی ہیں کہ اس وقت ملک میں تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں میں اہلِ سنت والجماعت (کہ جسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی نسبت کے حوالے سے بریلوی مسلک سے بھی موسوم کیا جاتا ہے) ہی وہ واحد جماعت ہے جو امن پسند اور صوفیائے کرام کے پیغامِ وداد و محبت کی امین ہے اور جس کے کسی مدرسہ کے کسی بھی طالبِ علم کا دہشت گردی سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس سلسلے میں جیو ٹیلی ویژن کے معروف صحافی جناب ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب کا نام مثالاً پیش کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب نے اپنے حالیہ پروگرام "طالبان کون ہیں؟" (۱۸اپریل۲۰۰۹ء) میں اس بات کا کھل کر اعتراف کیا کہ جتنے طالبان ہیں وہ سب محمد بن عبد الوہاب نجدی (بانی وہابی فرقہ) کے پیروکار ہیں اور یہ سب (کراچی تا پشاور قائم مختلف) دیوبندی اور اہلِ حدیث مدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ ان میں کوئی بھی بریلوی مسلک سے تعلق نہیں رکھتا ہے

اور یہ کہ طالبان پاکستان میں وہابی نظام بزور بندوق نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح بعض دیگر معروف صحافیوں نے بھی بعض پروگراموں میں اس حقیقت کا بلا جھجک اعتراف کیا ہے اور یہاں تک کہا اور اخبارات میں لکھا ہے کہ تحریکِ پاکستان میں اہلِ سنت والجماعت نے قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کا من حیث الجماعت ساتھ دیا جب کہ تمام گروہِ دیوبند پچاس ہزار روپے ماہانہ بھتہ کے عوض گاندھی اور کانگریس کی گود میں جا بیٹھا تھا۔ ملاحظہ ہو ماہِ مئی کے کسی شمارہ روزنامہ جنگ میں مشہور صحافی جناب حامد میر کا کالم۔ آج پاکستان اور برصغیر میں ملکی اخبارات اور ٹیلی ویژن میڈیا پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سمیت علما اہلِ سنت کے علمی، دینی، سیاسی اور تعلیمی کارناموں کے تعارف اور واقفیت کرانے کا سہرا من حیث الادارہ، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، پاکستان کے سر ہے جب کہ انفرادی کوششوں کے اعتبار سے یہ اعزاز ادارہ کے ہمدرد اور مدد و معاون بعض اہم شخصیات مثلاً حکیم اہلِ سنت حکیم موسیٰ امر تسری رحمہ اللہ بانی مرکزی مجلس رضا لاہور، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب علیہ الرحمۃ (سرپرست اعلیٰ ادارۂ ہٰذا)، مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ (بانی و صدرِ اول ادارۂ ہٰذا)، راقم الحروف، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (جنرل سیکریٹری، ادارۂ ہٰذا)، علامہ کوکب نورانی، مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری، مفتی محمد خان قادری، ملک محبوب الرسول، مولانا سعید نوری (رضا اکیڈمی، ممبئی، انڈیا)، بحر العلوم علامہ عبد المنان اعظمی (مبارکپور، انڈیا)، علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی (ممبئی، انڈیا)، علامہ مولانا محمد حنیف رضوی (امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، انڈیا)، مولانا عبد المنان چاٹگامی (بنگلہ دیش)، پروفیسر ڈاکٹر

عبد الودود (اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی، کشٹیا، بنگلہ دیش)، مولانا حافظ عبد الجلیل (سابق پرنسپل، جامعہ طیبیہ قادریہ، ڈھاکا، بنگلہ دیش)، ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری (ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، دیناج پور، بنگلہ دیش) اور برصغیر کی بعض دیگر شخصیات کو بھی حاصل ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل ۱۹۸۹ء سے اب تک یوم رضا کے موقع پر متعدد پروگرام پی ٹی وی اور دیگر چینلز پر نشر کرواچکا ہے۔ اور اس کے علاوہ اب تک نجی ٹیلی ویژن پر جتنے بھی پروگرام امام احمد رضا اور ان کے دیگر متوسلین علما کی شخصیات اور کارناموں پر نشر ہوتے رہے ہیں، اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ادارہ کے اراکین اور لٹریچر کا معتدبہ حصہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اپنی سیاسی، معاشی مجبوری کے تحت بعض قراقلی ٹوپی والے حضرات بھی یوم رضا کے پروگرام میں بعض ٹی وی چینلز پر اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے علمی و دینی خدمات، بالخصوص تفسیر و ترجمۂ قرآن، علوم فقہ و حدیث میں ان کے تبحر علمی پر اپنے بغض باطنی یا پھر اپنی علمی کم مائیگی یا دونوں ہی وجوہ کی بنا پر سیر حاصل گفتگو کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کی شاعری کے حوالے سے غیر معیاری اور طفل مکتب قسم کی گفتگو کر کے ثواب دارین اور عوام اہل سنت کی واہ واہ کے حق دار ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں۔

ہم اپنے ان مذکورہ علماء و اسکالرز اور الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کے صحافیوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جو نجدی دہشت گردوں کی دھمکیوں کے باوجود اہل سنت والجماعت کے مختار و مستند عقائد و معمولات اور امام اہل سنت، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہ العزیز کے سیاسی، علمی، دینی اور اصلاحی کارناموں اور ان کے امن و آشتی کے پیغام عشقِ رسول ﷺ کی میڈیا پر ستائش کرنے اور برملا حق بات کہنے سے گریز نہیں کرتے۔

ہم سیکولر منشور رکھنے والی سرحد کی صوبائی حکومت کے اراکین سے سوال کرتے ہیں کہ اب جب کہ ملک کے دو بڑے ڈویژنوں میں طالبان کے ترجمان نے ببانگِ دہل یہ اعلان کر دیا ہے کہ ہم جہاد سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہوں گے لہٰذا ان کا غیر مسلح ہونا خارج از امکان ہے۔ تو پھر آپ کے پاس صوفی محمد کے جن کو بوتل میں دوبارہ بند کرنے کی کیا ترکیب ہے؟ انہوں نے اپنے مخالف مسلک کے لوگوں کے مزاراتِ مقدسہ اور مساجد و مدارس پر مسلح قبضے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور اس کا آغاز نام نہاد ''معاہدہ امن'' کے بعد بونیر سے ہو چکا ہے۔ اب سوات و مالا کنڈ میں نفاذِ شریعت کے خود ساختہ قائد صوفی محمد صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ درج ذیل سوالات کا جواب دیں اور صورتحال کی وضاحت کریں۔ کیا نفاذِ شریعت کے علم بردار ''شریعتِ محمدی'' کی حکمرانی سے مستثنیٰ ہیں؟ اگر نہیں تو وہ اپنے مظالم کے لیے کس کو جواب دہ ہیں؟ جنہوں نے بے قصور انسانوں کو ذبح کیا، میتوں کو قبروں سے نکال کر درختوں پر لٹکایا، کیا انہیں بھی کسی شرعی عدالت میں طلب کر کے انصاف دلایا جائے گا؟ کیا مخالف کی میت کی بے حرمتی اور اس کو درختوں پر لٹکانا شرعاً جائز ہے؟ کیا سب نظریاتی مخالفین واجب القتل ہیں؟ جو لوگ علمائے اہلسنّت کو شہید کر چکے ہیں یا انہیں ہجرت پر مجبور کر کے ان کی مساجد و مدارس اور املاک پر قبضہ کر چکے ہیں کیا وہ اللہ کی شریعت کی حکمرانی سے ماوراہیں؟ یا کسی شرعی عدالت کے سامنے جواب دہ ہیں؟ کیا صوفی محمد صاحب ایک

''سپریم شریعہ کونسل'' کے قیام پر متفق ہوسکتے ہیں جو تمام مسالک کے مسلمہ اکابر علماء، شرعی عدالت اور عدالتِ عالیہ پاکستان کے ججوں اور اسلامی نظریاتی کاؤنسل کے ممبران پر مشتمل ہو اور جو گزشتہ تمام واقعات کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لے اور تحریک نفاذ شریعت کے دوران جن مسلمانوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حرمتوں کو پامال کیا گیا ہے، ان تمام مظلومین و متاثرین کو اس سپریم شریعہ کونسل کے سامنے دادرسی کا موقع دیا جائے؟ حکومت نے سوات و مالاکنڈ وغیرہ میں نفاذ شریعت کا جواز یہ پیش کیا ہے کہ لوگ فوری اور سستا انصاف چاہتے ہیں، کیا باقی پاکستان کے پر امن مسلمانوں کو فوری اور سستا انصاف نہیں چاہیے؟ کیا انہیں بدستور مہنگا اور ایسا ہی سسکتا انصاف ملتا رہے گا جس کے انتظار میں زندگیاں بیت جائیں؟ ہماری رائے میں مستقبل میں پاکستان میں مکمل نفاذ اسلام کے امکانات کا دارومدار صوفی محمد کی زیر قیادت طریقہ نفاذ شریعت میں ہرگز مضمر نہیں ہے، اور اب تو وہاں عملاً کسی وفاقی یا صوبائی حکومت کا کوئی وجود نہیں ہے۔

ہم پوری دیانت کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اب ملکی حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ امریکا کی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف جنگ اور ملک کی داخلی سلامتی کی جنگ، دونوں ایک ساتھ نہیں لڑی جاسکتیں۔ اس پالیسی نے نچلی سطح پر ہماری سیکورٹی کے اہلکاروں کو ذہنی انتشار میں مبتلا کردیا ہے، وہ یکسو نہیں ہیں اور اس پالیسی نے داخلی مسلح گروہوں کو بہت بڑا خلا فراہم کردیا ہے۔ وہاں کے بعض علماء اور زعماء کہتے ہیں کہ آپ کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں بیٹھ کر جو باتیں کرتے ہیں وہ ہم یہاں نہیں کرسکتے، خواہ کتنی ہی حق بات کیوں نہ ہو؟ کیونکہ ہمیں دہشت گردوں کی طرف سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان کو خطرہ ہے۔ کچھ علماء یہاں بیٹھ کر بھی سابقوں اور لاحقوں کے بغیر واضح اور غیر مبہم شرعی موقف بیان کرنا مصلحت کے منافی سمجھتے ہیں، ایسے میں مظلوم دین اسلام کا بے لاگ ترجمان کون بنے گا جو خوف و خطر سے بالاتر ہوکر حقیقی دینی موقف کو بیان کرے؟ بعض دیوبندی، مودودی، وہابی علما میڈیا پر آآکر بار بار یہ اعلان کررہے ہیں کہ ملٹری آپریشن اس شورش کا حل نہیں، ہمیں تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی اور طالبان سے دوبارہ مذاکرات کرنا چاہیے۔

ہم کہتے ہیں کہ بیشک ملٹری آپریشن سے بڑی تباہی پھیلتی ہے اور جائداد کے علاوہ معصوم جانوں کا ضیاع اور آبادی کا انخلاء انسانی المیہ کو جنم دیتا ہے لیکن کیونکہ ملٹری آپریشن اس وقت شروع ہوا جب سوات و مالاکنڈ کے مسلح وہابی دہشت گردوں نے حکومتِ پاکستان کی رٹ کو چیلنج کیا، لوگوں کا قتلِ عام شروع کردیا، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر، واجب القتل قرار دے کر سر عام سر قلم کرنا، ان کی عزت و مال کو لوٹنا جائز قرار دیا، حکومتِ سرحد سے معاہدہ کرنے کے باوجود وعدے کے مطابق نہ ہتھیار رکھے نہ حکومت کے قوانین کو تسلیم کیا بلکہ آئینِ پاکستان اور اس کے تحت چلنے والے تمام اداروں کے خلافِ شریعت ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ ہم اہلِ سنت والجماعت کا مطالبہ یہ ہے کہ بیشک مذاکرات اور صلح کی راہ اختیار کی جانی چاہیے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے صوفی محمد کی جماعت اور طالبان اپنے ہتھیاروں کے ساتھ پاکستانی فوج کو اپنی گرفتاری پیش کریں۔ ان میں جو قاتل، باغی اور کرمنل (Criminal) ہیں ان پر ملکی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے اور جب یہ سب عمل مکمل ہوجائے تو ان میں کے معتدل حضرات سے (جس کا امکان کم ہے کہ ان

میں ایسا کوئی ہو) غیر متعصب دیوبندی وہابی علما کی ضمانت کے ساتھ مذاکرات اور امن کی بات آگے بڑھائی جاسکتی ہے۔

اس کے علاوہ درج ذیل اقدامات کیے جائیں:

۱۔ سوات اور مالاکنڈ میں بالخصوص اور تمام پاکستان میں بالعموم قانون کی حکمرانی قائم کی جائے۔

۲۔ انصاف کا حصول سستا بنایا جائے۔

۳۔ معاشی حالات درست کرکے بے روزگاری اور غربت کے خاتمہ اور تعلیم کو دیہاتوں تک عام کرنے کی جامع پالیسی بنائی جائے۔

۴۔ مدارس، اسکول، کالج اور جامعات کے نصاب میں تصوف اور اہلِ تصوف کے تذکروں کو لازمی مضمون قرار دیا جائے۔

۵۔ ان تمام مدارسِ اسلامی اور تبلیغی جماعتوں کی اسکریننگ کی جائے جہاں جہاں خفیہ ایجنسیوں کی تحقیق کے مطابق ملک کے نوجوانوں کے ذہن کو دین کی تعلیم اور الدعوۃ والارشاد کی تربیت کی آڑ میں تشدد اور دہشت گردی کے زہر سے مسموم کیا جارہا ہے۔ ان مدارس اور تبلیغی جماعت کے ایسے تمام علماء و مبلغین اور اساتذہ جو تشدّد اور دہشت گردی کی تعلیم و تربیت دینے، مخالف مسلک کے لوگوں کو کافر قرار دینے اور ان کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر کرنے کے مرتکب پائے جائیں، انہیں دہشت گردی، قتل و غارت گری اور ملک سے بغاوت پر اکسانے کے الزام میں گرفتار کرکے ملکی قانون کے تحت مقدمہ چلا کر قرار واقعی سزا دلائی جائے۔

۶۔ صوبائی اور وفاقی محکموں، اوقاف، سیکیورٹی ایجنسیز کے دفترو، جامعات اور دیگر تعلیمی اداروں اور ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے دفتروں میں دہشت گردوں کے جو ہمدرد اور سرپرست سویلین عملہ کے بھیس میں اہم مناصب پر براجمان ہیں۔ ان بھی اسکریننگ کی جائے اور ان محکموں کو ان سے پاک کرکے محبِّ وطن افراد ان کی جگہ لیے جائیں۔ اس کے بعد ہی کہیں جاکر یہ ملک صحیح معنوں میں امن و اماں کا گہوارہ بن سکے گا۔

آخر میں ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم اہلِ سنت والجماعت من حیث القوم امن پسند اور اخوت و محبت اور الحب للہ والبغض للہ کا درس دینے والے لوگ ہیں۔ لیکن ہماری امن پسندی کو حکومت یا ہمارے مخالفین بالخصوص دہشت گرد ہماری کمزوری نہ سمجھیں۔ ہم اگر ان کے ظلم و ستم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو سوات ہی نہیں پورے ملک سے اُن کو خس و خاشاک کی طرح بحیرۂ عرب میں بہا دیں گے۔ سوات، مالاکنڈ اور فاٹا کے علاقوں میں ہمارے اسلاف کرام اہل اللہ کی تبلیغی مساعی کی بدولت اسلام پھیلا۔ آج تحریکِ نفاذِ شریعت والے اور طالبان جو اسلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں تو یہ اس خطہ میں آسودۂ خاک اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی تشریف آوری کے مرہون منت ہیں۔ ان کو ان اولیاء کرام اور صوفیا و عظام علیہم الرحمۃ کا شکر گزار بلکہ احسان مند ہونا چاہیے کہ ان ہی کی بدولت وہ آج دولت ایمان سے بہرہ مند ہیں۔ اپنے محسنوں کا احسان مند ہونے کی بجائے وہ آج ان کے مزارات کو کھودر ہے ہیں، ان کی بے حرمتی کر رہے ہیں بلکہ بربریت اور چنگیزیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبروں سے میتوں کو نکال کر پھانسی پر لٹکا رہے ہیں، دوسری طرف ان کی خانقاہوں، مساجد و مدارس پر قبضہ کرکے ان کے مریدین معتقدین، وہاں کی سنّی آبادی کو تہہ تیغ کرکے بچے کھچے لوگوں کو سخت نامساعد حالات میں نقل مکانی پر مجبور کر رہے ہیں یہ کہاں کا اسلام ہے؟ یہ کہاں کی انسانیت ہے؟ صوفی محمد صاحب! آپ نے کبھی ٹھنڈے دل سے غور

کیا کہ آپ کے باپ دادا نے آپ کا نام صوفی کیوں رکھا؟ آپ کے نام کے ساتھ صوفی کا سابقہ لگا ہوا ہے۔ آپ کے باپ دادا نے آپ کا نام صوفی اس لیے رکھا کہ آپ اہل تصوف سے محبت کریں، ان کی صحبت میں تعلیم و تربیت پاکر سچے صحیح العقیدہ مسلمان بن جائیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ان کا یہ بیٹا یا پوتا بڑا ہو کر بری صحبت میں پڑ کر صوفیائے کرام کا دشمن ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کا شمر ذی الجوشن ثابت ہوگا۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبتِ زاغ

(بالِ جبریل۔ اقبالؔ)

صوفی محمد اب بھی وقت ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے صحیح عقیدہ و مذہب پر لوٹ آؤ ورنہ قاتلانِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو حشر ہوا اس کے لیے تم اور تمہارا گروہ تیار ہو جائے۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آنے والے ہو اور اللہ کی پکڑ سب سے مضبوط ہے۔ پاکستان کی بہادر مسلح افواج مختار ثقفی کی فوج کی طرح دورِ حاضر کے شمر ذی الجوشن یعنی تمہارے اور تمہارے دہشت گردوں کے تعاقب میں پھر رہی ہیں اور ان شاء اللہ وہ تمہیں اور تمہارے لٹیروں اور قاتلوں کو چُن چُن کر جہنم رسید کر دیں گی۔ قاتلانِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تو ایک زندہ ولی کامل اور اولادِ رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا مگر تم اور تمہارے باغی و قاتل گروہ نے نہ جانے کتنے شہیدوں، اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آل اولاد یعنی سیدزادوں کو ان کی قبور سے نکال کر دوبارہ شہید کیا وہ تو ''فقد فازا فوزاً عظیما'' کے تحت اپنی مراد کو اور اعلیٰ مرتبہ کو پہنچے لیکن تم اور تمہارا گروہ قاتلانِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ دردناک عذاب کا مستحق ہو چکا ہے۔ تم ذرا اپنا گریبان چاک کر کے ان میں جھانکو تو سہی، تمہارے سینے پر بلکہ تمہارے گروہ کے ہر نقاب پوش دہشت گرد کے سینے پر شمر ذی الجوشن سے زیادہ بڑا، کریہہ، گہرا اور مائل بہ رنگِ خوں برص کا داغ نظر آئے گا۔ کیا اب بھی تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا؟ اب بھی وقت ہے کہ تم ان بزرگانِ کرام کے مزارات پر حاضری دے کر جن کی تم بے حرمتی کر چکے ہو، اپنے کرتوتوں کی معافی مانگو، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ چاہو اور ان صلحاءِ امت کی معرفت آقاؤ مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرو کہ وہ تمہاری شفاعت فرمائیں، ان لوگوں سے جن کی عزت آبرو اور گھر بار جان مال کو تم نے اور تمہارے گروہ نے نقصان پہنچایا ہے ایک اعلامیہ کے ذریعہ معافی مانگو اور انہیں اپنے گھروں کو واپس آنے اور امن و امان کے ساتھ زندگی گزارنے کی ضمانت دو۔ ورنہ یاد رکھو کہ پاکستان کی بہادر افواج کی یلغار کی صورت میں اللہ عزوجل کا دردناک عذاب عنقریب تمہیں اپنی پکڑ میں لیا چاہتا ہے۔ پھر اس کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر کہیں بھی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ یا اللہ عزوجل! امتِ مسلمہ کو بالعموم اور ہمارے پیارے ملک پاکستان کو بالخصوص اس باغی خونی گروہ کے نجات عطا فرما اور یہاں صحیح معنوں میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ کرنے کے لیے ہمارے ملک کی قیادت کو توفیق رفیق عطا فرما یا پھر نیک اور صالح حکمرانوں سے ان کو بدل دے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (آمین) بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دلِ بے سوز کم گیرد نصیب از صحبتے مردے
مسِ تابیدۂ آور کہ گیرد در تو اکسیرم

(زبورِ عجم۔ اقبالؔ)

تفسیر رضوی

معارف قرآن
من افاضات امام احمد رضا

سورۃ البقرۃ

گذشتہ سے پیوستہ مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۱۳۹ا۴۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : خیر دینکم أیسرہ . فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا بہتر دین وہ ہے جس میں آسانی ہو۔

۱۴۰ا۴۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَ لَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ . فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں آسانی کے لئے بھیجا گیا ہے، دشواری کے لئے نہیں۔ ۱۲م

۱۴۱ا۴۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : یسروا ولا تعسروا، و بشروا ولاتنفروا .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسانی پیدا کرو، مشکل و تنگی پیدا نہ کرو۔ خوشخبری دو نفرت نہ پھیلاؤ۔ (فتاوی رضویہ جدید ۶/۲۶۴)

(۱۸۶) وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ . ☆

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

﴿۲۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(اس آیت میں دعا کے تعلق سے حکم ہے اور رغبت دلائی جارہی ہے کہ دعا مانگو کہ یہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اس مطلب کی وضاحت ان احادیث سے بخوبی ہوتی ہے۔ مرتب)

۱۴۲ا۴۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ تعالی یقول: ان عند ظن عبدی بی و انا معہ اذا دعانی .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، اور میں اسکے ساتھ ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

﴿۳۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت سے ساتھ ہونا تو ہر شی کے لئے ہے، یہ خاص معیت کرم و رحمت ہے جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے، اس سے زیادہ کیا دولت و نعمت ہوگی کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیت سے مشرف ہو۔

ہزار حاجت روائیاں اس پر نثار۔ اور لاکھ مقصد و مراد اس کے تصدق۔ ذیل المدعا، ص ۵۔

۱۴۳ا۴۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی، علیہ وسلم: لیس شئ اکرم علی اللہ من الدعاء. ذیل المدعا، ص ۵۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔

۴۱۴۴۔ عن محمد بن مسلمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لها، لعل ان یصیبکم نفحة منها فلا تشقون بعدها ابدا.

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارے رب کے لیے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم وجود کے ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو، شاید ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔

فتاوی رضویہ ۳/۱۸۷

۴۱۴۵۔ عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: لیکثر من الدعا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کی کثرت رکھنا چاہیے۔

۴۱۴۶۔ عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: لا تعجزوا فی الدعا، فانه لن یھلک مع الدعا احد.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا میں کسل و کمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا۔ فتاوی رضویہ ۴/۱۹

حوالہ جات وحواشی

۴۱۳۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، الوضوء، ۱/۳۵

☆ السنن لابی داؤد، الطھارة، ۱/۵۴

الجامع للترمذی، الطھارة، ۱/۲۱

☆ السنن للنسائی، الطھارة، ۱/۹

المسند لاحمد بن حنبل، ۲۸۲، ۲/۲۳۹

☆ المسند للحمیدی، ۹۳۸

السنن الکبریٰ للبیھقی، ۲/۴۲۸

☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱/۳۲۳

۴۱۴۲۔ الصحیح لمسلم، باب فضل الذکر والدعا، ۲/۳۴۳

الجامع الصحیح للبخاری، باب ویحزرکم اللّٰہ نفسه، ۲/۱۱۰۱

الجامع للترمذی، ابواب الدعوات ۲/۲۰۰

۴۱۴۳۔ الجامع للترمزی، باب فی فضل الدعاء ۲/۱۷۳

السنن لابن ماجه، باب فضل الدعا، ۲/۲۸۰

۴۱۴۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۹/۲۳۴

☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۱۰/۲۳۱

اتحاف السادۃ للزبیدی، ۳/۲۸۰

☆ المغنی للعراقی، ۱/۱۸۶

۴۱۴۵۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ۲/۱۷۴

۴۱۴۶۔ المستدرک للحاکم، ۱/۴۹۳

☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ۲/۴۷۹

الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۹۴

☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۵۸۲

جاری ہے......

۱۰۔ گناہِ صغیرہ و کبیرہ

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

۱۸۶۔ عن أمیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم قال: صنعت طعاما فدعوت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فجاء فرأی تصاویر فرجع فقلت: یارسول اللہ! مارجعک بأبی وأمی، قال: اِنَّ فِی الْبَیْتِ سِتْرًا فِیْهِ تَصَاوِیْرُ وَاِنَّ الْمَلائِکَةَ لاتَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ تَصَاوِیْرُ.

فتاوی رضویہ، حصہ اول ۹/۱۴۵

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی۔ حضور تشریف لائے لیکن تصویریں دیکھ کر واپس تشریف لیجانے لگے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار، کس سبب سے حضور واپس ہوئے؟ فرمایا: گھر میں ایک پردے پر تصویریں تھیں اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں ہوں۔

(۲۷) تصویر کو مٹانا ضروری ہے

۱۸۷۔ عن ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: إن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب الا نقضہ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اس کو بے توڑے نہ چھوڑتے۔

۱۸۸۔ عن أبی الھیاج الأسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی علی: الا أبعثک علی مابعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم أن لاتدع صورة الا طمستھا ولا قبرامشرفا الا سویتہ.

حضرت ابوالھیاج اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مامور فرمایا تھا کہ جو تصاویر دیکھو اسے مٹادو اور جو قبر حد شرع سے اونچی پاؤ اسے حد شرع کے برابر کردو۔

[۳] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلندی قبر میں حد شرع ایک بالشت ہے۔

فتاوی رضویہ، حصہ اول ۹/۱۴۵

۱۸۹۔ عن أمیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی جنازة فقال: اَیُّکُمْ یَنْطَلِقُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَلا یَدَعُ لَهَا وَثَنًا اِلَّا کَسَرَهُ وَلاَ قَبْرًا اِلَّا سَوَّاهُ وَلا صُوْرَةً اِلَّا طَمَسَهَا، وَمَنْ عَادَ اِلٰی صَنْعَةِ شَیْءٍ مِنْ هٰذَا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ایک جنازے میں تشریف فرماتھے کہ ارشاد فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو مدینے جاکر ہر بت کو توڑ دے اور ہر قبر کو برابر کردے اور سب تصویریں مٹادے۔ پھر فرمایا: جو یہ ساری چیزیں بنائے گا وہ کفر وانکار کریگا اس چیز کے ساتھ جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۴۵

[۴] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان بہ نظر ایماں دیکھے کہ صحیح وصریح حدیثوں میں اس پر کیسی سخت وعیدیں فرمائی گئیں اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں تو معظمین دین کی تصویروں کو ان احکام خدا اور سول سے خارج گمان کرنا محض باطل، وہم عاطل ہے، بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے۔ اور خود ابتدائے بت پرستی انہیں تصویرات معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بتوں کا ذکر سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا:

ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ پانچ بندگان صالحین تھے کہ لوگوں نے ان کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین ان کی تصویریں بنا کر انکی مجلس میں قائم کیں پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انہیں معبود سمجھ لیا۔ فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۴۵

(۲۸) بیت اللہ شریف کی تصاویر مٹائی گئیں

۱۹۰ . عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: دخل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم البیت فوجد فیه صورة ابراهیم وصورة مریم علیهما الصلوٰة والسلام فقال صلی الله تعالی علیه وسلم: اَمَا لَهُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا اَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ .

فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۴۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویریں دیکھیں ۔ حضور نے ارشاد فرمایا: کیا ہوا ان لوگوں کو کہ اس سے پہلے سن رکھا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جہاں تصویر ہو۔ (پھر بھی باز نہ آئے) ۱۲م

۱۹۱ . عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: إن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی أمر بها فمحیت .

فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۴۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خانۂ کعبہ میں تصویریں دیکھیں تو داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ مٹانے کا حکم دیا تو وہ مٹائی گئیں ۔۱۲م

۱۹۲ . عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: إن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی أخرج صورة إبراهیم وإسمٰعیل علیهما الصلوٰة والسلام . فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۴۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خانۂ کعبہ میں تصویریں دیکھیں تو اس وقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی تصاویر نکال نہیں دی گئیں ۔۱۲م

حوالہ جات

۱۸۶۔ السنن لا بن ماجة ، الاطعمة ، ۲/ ۲۴۹

☆ الجامع الصغیر للسیوطی ، ۱/ ۱۳۰

۱۸۷۔ الجامع الصحیح للبخاری ، اللباس، ۲/ ۸۸۰

☆ السنن لابی داؤد ، اللباس ، ۲/ ۵۷۲

۱۸۸۔ الصحیح لمسلم ، الجنائز ، ۱/ ۳۱۲ ☆

۱۸۹۔ المسند لا حمد بن حنبل ، ۱/ ۸۷ ۔ ☆

۱۹۰۔ الجامع الصحیح للبخاری ، الانبیاء ، ۱/ ۴۷۳

☆ المسند لا حمد بن حنبل ، ۱/۴۷۷

۱۹۱۔ الجامع الصحیح للبخاری ، الانبیاء، ۱/ ۴۷۳ ☆

۱۹۲۔ الجامع الصحیح للبخاری ، المغازی ، ۲/ ۶۱۴ ☆

جاری ہے.......

خاتمہ: چند تراکیب نمازِ حاجت میں

مصنف: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

شارح: مجددِ اعظم امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ محشی: مولانا مفتی محمد اسلم رضا قادری

اقول ـــ مگر ہمارے جمہور ائمہ لفظ اسئلک بمعاقد العزمن عرشک کو منع فرماتے ہیں۔ ھدایہ و وقایہ و تنویر الابصار و در مختار و شرح جامع صغیر امام قاضی خاں و تمرتاشی و محبوبی وغیرہا کتب فقہیہ میں اس کی ممانعت مصرّح۔[500] علامہ ابن امیر الحاج نے حلیہ میں تصریح فرمائی کہ یوں کہنا مکروہِ تحریمی یعنی قریب بحرام قطعی ہے اور یہ حدیث اور اسی طرح حدیثِ ترکیبِ دوم دونوں بشدت ضعیف ہیں کہ اس باب میں ہر گز قابلِ استناد نہیں ہو سکتیں تو ان ترکیبوں سے یہ لفظ کم کر دینا ضرور ہے۔

ثم اقول ـــ سجدے بلکہ قعدے بلکہ قیام کے سوا نماز کے کسی فعل میں قرآنِ عظیم کی تلاوت، حدیث و فقہ دونوں سے منع ہے۔ یہاں تک کہ سہواً پڑھے تو سجدہ لازم اور عمداً پڑھے تو اعادہ واجب۔ تو ضرور ہے کہ فاتحہ، آیۃ الکرسی جو سجدے میں پڑھی جائیں گی، ان سے ثنائے الٰہی کی نیت کرے، نہ قرآن عظیم کی۔ نیز واضح رہے کہ نوافلِ مطلقہ میں ہر دو رکعت نمازِ جداگانہ ہے تو جتنی رکعات ایک نیت سے پڑھی جائیں، ہر قعدے میں التحیات کے بعد درود و دعا سب کچھ ہو اور ہر تیسری کے آغاز میں سبحنک و اعوذ بھی ہو۔

ثم اقول ـــ ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایک نیت میں دن کو چاشت سے زیادہ مکروہ ہے اور رات کو آٹھ سے زائد۔ وظاہر اطلاق الکراھۃ کراھۃ التحریم وقد نص فی رد المحتار علی انہ لایحل فعلہ۔[501] مگر دن کی کراہت متفق علیہ اور شب کی کراہت میں اختلاف ہے۔ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا۔ رات کو آٹھ سے زیادہ بھی مکروہ نہیں۔ فتاویٰ خلاصہ میں اسی کو صحیح کہا۔ وعامتھم علی الکراھۃ وصححھا فی البدائع۔

تو یہ نماز اگر ہو، شب (۱۸☆) میں ہو کہ ایک تصحیح پر کراہت سے محفوظ رہے۔

ترکیب نہم ۹: حافظ بوالفرج ابن الجوزی بطریق ابان بن ابی عیاش، انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت دنیا یا آخرت کی ہو، وہ پہلے کچھ صدقہ دے، پھر بدھ، جمعرات و جمعہ کا روزہ رکھے۔ پھر جمعہ کو مسجدِ جامع میں جا کر بارہ رکعتیں پڑھے۔ دس رکعتوں میں الحمد ایک بار، آیۃ الکرسی دس بار اور دو میں الحمد ایک بار قل ھو اللہ پچاس بار۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو کوئی حاجت ہو، دنیا خواہ آخرت کی، اللہ تعالیٰ پوری فرمائے۔

قال الحافظ، ابان متروک۔

اقول ـــ روی لہ ابو داود فی سننہ والرجل من العباد والزھاد والصلحاء من صغار التابعین ولم ینسب لوضع وقد قال الامام ایوب السختیانی ماز ال نعرفہ بخیر منذ کان وقد روی عنہ الامام

سفین الثوری واکثر الناس تشدیدا علیہ شعبۃ وقد کلمہ حماد بن زید و عباد بن عباد ان یکف عنہ فکف ثم عاد وقال الامر دین و صرح ان دقیعتہ فیہ عن ظن من غیر یقین و مع ذلک قد روی عنہ والعھد عنہ انہ لایروی الاعن ثقۃ عندہ ولا ارید بکل ھذا تمشیۃ ابان بل ابانۃ ان ابا الفرج لم یصب فی ایرادہ فی الموضوعات کعادتہ وھذا خاتم ائمۃ الشان ابن حجر العسقلانی قال فی اطواف العشرۃ لحدیث رواہ احمد بن زکوان زعم ابن حبان وتبعہ ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع ولیس کما قالا والراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع۔

ترکیب دہم ۱۰:

امام ابو الحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز "بہجۃ الاسرار شریف" میں بسندِ صحیح حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ "جو کسی سختی میں میری دوہائی دے وہ سختی دور ہو جائے۔"

ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ "اور جو کسی مشکل میں میرا نام لے کر ندا کرے، وہ مشکل حل ہو جائے۔"

ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃ قضیت لہ "اور جو کسی حاجت میں اللہ عزوجل کی طرف مجھ سے توسل کرے، وہ حاجت روا ہو جائے اور جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ، سورۃ اخلاص گیارہ بار پھر بعد سلام، نبی ﷺ پر درود بھیجے۔

ویذکرنی ثم یخطو الی جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانھا تقضی باذن اللہ تعالیٰ۔ "اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لیتا جائے پھر اپنی حاجت ذکر کرے تو بے شک وہ حاجت باذن اللہ تعالیٰ پوری ہو۔"

یہ مبارک نماز اُس سلطان بندہ نواز سے اکابر ائمہ دین، مثل امام ابن جہضم وامام یافعی و مولانا علی قاری و مولانا شیخ محقق محدثِ دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ نے نقل و روایت فرمائی اور فقیر نے ایک مبسوط رسالہ اس کی تحقیق و اثبات وردِّ شکوک و شبہات میں مسمّٰی بنام تاریخی "انھار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار" ملقب بہ "الحجج البھیۃ لمحب الصلوٰۃ الغوثیہ" اور دوسرا رسالہ عربی مختصر اس کی ترکیب و کیفیت و طریقۂ حضرات مشائخ قدست اسرارھم میں مسمّٰی بنام تاریخی "ازھار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار" لکھا۔

جسے معیارِ شرعِ مطہر پر اس نمازِ مقدس کی کامل عیاری اور اعتراضاتِ واہیۂ منکرین کی ذلت و خواری دیکھنی ہو، رسالۂ اُولیٰ اور جسے اس کی تفصیلی ترکیب اور طریقۂ مروّجہ حضرات مشائخ کی ترتیب سمجھنی ہو، رسالۂ ثانیہ کی طرف رجوع لائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

بالجملہ یہ دس ترکیبیں ہیں جن میں اول و چہارم و پنجم و دہم تو اعلیٰ درجۂ حسن و صحت و نظافتِ سند پر ہیں۔ ان میں سب سے اجل و اعظم اول ہے کہ اجلہ حفاظ نے یک زبان اس کی تصحیح فرمائی۔ پھر پنجم کہ ترمذی نے تحسین اور حاکم نے تصحیح کی۔ پھر چہارم کہ حسن ہے پھر دہم کہ وہ تین ارشاداتِ مصطفیٰ ﷺ سے ہیں اور یہ ارشاد ابن المصطفیٰ ﷺ۔ ان کے بعد ششم و ہفتم و نہم پھر سوم کا مرتبہ ہے۔ فان الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال باجماع اھل الکمال اور دوم و ہشتم سنداً بھی شدید الضعف اور شرعاً بھی محذور پر مشتمل ان سے احتراز ہو یا ترکِ لفظ مذکور سے اصلاح۔

واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: قضائے حاجت کی نمازیں جو کلمات علمائے کرام میں مذکور یا حضراتِ مشائخ عظام سے ماثور، بکثرت ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس سگِ درگاہِ قادریت کو ان کے اور تمام حاجات جزئیہ وکلیہ کے متعلق ہزارہا اعمالِ نفیسہ جلیلہ مجربہ کی اجازت اپنے شیخ و آقائے نعمت و دریائے رحمت، امام العلما والاولیا، سنام الکملا والاصفیا، سید الواصلین سند الکاملین شیخی و مولائی و مرشدی و کنزی ذخری لیومی وغدی، حضور پُرنور سیدنا و مولانا سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل اعلیٰ جنان الفردوس مثواہ سے۔

ع وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ

ان میں صرف نمازہائے حاجت ہی کی تفصیل ذکر کروں تو ایک جداگانہ کتاب لکھوں اور ہنوز وہ بھی باقی اور فقیر کے پیشِ نظر ہیں جو احادیث میں خود سید العٰلمین ﷺ سے منقول ہوئیں۔ مگر ناظرِ رسالہ جان لے گا کہ اصل رسالے میں اول سے آخر تک حضرت مصنف علام قدس سرہ الشریف کو احاطہ و استیعاب کا قصد نہیں۔ ولہٰذا فقیر نے تکثیر فائدہ کے لیے ہر جگہ زیادات کیں اور ان میں بہت زیادتیں خود حضرت مصنف قدس سرہٗ کے دوسرے رسائل و تالیفات سے لیں جن سے ثابت کہ حضرت ممدوح نے قصداً ہر جگہ صرف چند مختصر جملوں پر قناعت فرمائی ہے لہٰذا اس ذیل میں بھی باتباع اصل استیعاب ملحوظ نہ رہا۔

خصوصاً خاتمے میں کہ یہاں تو جس قدر پیشِ نظر ہے اس سب کا ایراد، حجمِ رسالہ کو دوچند بڑھادے گا۔ لہٰذا اسی قدر پر اقتصار ہوتا اور رب عزوجل رؤف، رحیم، کریم، حی، قیوم، عظیم، علیم، جل مجدہٗ سے بتوسل حضور سید المحبوبین سید المرسلین سید العالمین نبی الرحمۃ شفیع الامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وابنہ الکرام، الغوث الاعظم واولیاء امتہ وعلماءِ ملتہ اجمعین، نہایت تضرع وزاری دعا ہے کہ ان دونوں رسائل اصل وذیل اور حضرت مصنف علام و فقیر مستہام کی تمام تالیفات کو خالصاً لوجہِ الکریم قبول فرمائے اور اہلِ اسلام کو عاجلاً و آجلاً ان سے نفع بخشے۔

انہ ولی ذلک والقدیر علیہ ولہ الحمد ابدًا

دائمًا والمآب الیہ امین امین الٰہ الحق

امین برحمتک یاارحم الراحمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولنا محمد والہ وصحبہ اجمعین

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

تمت

حوالہ جات وحواشی

- یعنی مذکورہ کتب فقہیہ وغیرہ میں اس کی ممانعت صاف اور واضح طور پر منقول ہے۔
- ظاہر یہ ہے کہ مطلقاً کراہت سے مراد مکروہِ تحریمی ہے اور ردّ المحتار میں اس بات پر نص وارد ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

(۱۸) الحمد للہ کہ روایتِ ابنِ عساکر نے اس رائے فقیر کی تائید فرمائی کہ اس میں بعدِ مغرب کی تصریح آئی کما علمت۔ ۱۲ مد ظلہ

عصمتِ انبیاء علیہم السلام
اور
مرسل امام زہری کا علمی جائزہ

پانچویں قسط .... از: علامہ مولانا افتخار احمد قادری (شیخ الحدیث دار العلوم قادریہ غریب نواز)

محقق البانی نے دو ٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ امام زہری کا یہ بلاغ وخیال منکر اور باطل ہے اور نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ ایسے بدنما دھبے سے پاک اور صاف ہے۔

امام زہری کی مراسیل ہی صرف جرح کا نشانہ نہیں، بلکہ ان کی دیگر باتیں بھی تنقید کا ہدف بنی ہیں:

(۱) امام قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "زہری" ان لوگوں میں ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام نہیں بلکہ اسحاق علیہ السلام ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن، ص۸۹ ج۱۵)

(۲) امام زہری کا مذہب ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (نیل الاوطار از شوکانی، ص۲۱۹ ج۱)، جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے صحیح حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إنما علينا الوضوء مما يخرج ليس مما يدخل" (حلیۃ الاولیاء از ابو نعیم، ص ۳۲۰ ج ۸، سنن الدار قطنی ص ۱۵۱ ج ۱ والسنن الکبریٰ ص ۱۱۶ ج۱)

"وضو صرف ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم سے نکلتی ہیں اور ان چیزوں سے نہیں جو جسم میں داخل ہوتی ہیں"۔

امام زہری نے تصریح کی ہے کہ جس نماز میں نبی ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیرا تھا اس پر سوال کرنے والے صحابی "ذوالشمالین" ہیں حالانکہ یہ تحقیق کے بالکل خلاف ہے، سوال کرنے والے صحابی کا لقب "ذوالیدین" ہے۔

علامہ سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں:

تسلیم من الرکعتین والی حدیث کو زہری نے روایت کیا ہے اور فرمایا: فقام ذو الشمالین۔ ذوالشمالین کھڑے ہوئے زہری کے علاوہ کسی راوی نے بھی اس حدیث میں ذوالشمالین کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ سب نے کھڑے ہونے والے صحابی کا لقب ذوالیدین بتایا ہے، ان کا نام خرباق ہے اور رہے ذوالشمالین تو ان کا نام عمر الخزاعی ہے۔ اس واقعۂ نماز میں یہ سائل نہ تھے اس پر تمام محدثین اور شارحین کا اتفاق ہے اور سب نے متفقہ طور پر زہری کی رائے کو غلط قرار دیا ہے۔ (محمد رسول اللہ، ص ۴۹۳ ج ۱)۔

خلیفہ عادل امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

"ما أتاک به الزهري عن غيره فشد يدک به وما أتاک به عن رأيه فانبذه" (سیر اعلام النبلاء، ص۳۴۹ ج۶)

"زہری جو تم کو دوسروں سے روایت کرتے ہوئے دیں تو اسے مضبوطی سے تھام لو اور تم کو جو اپنی رائے دیں تو اسے پھینک دو"۔

امام ذہبی اپنی سب سے عظیم تصنیف "تاریخ الاسلام" میں فرماتے ہیں، حضرت مکحول سے روایت ہے:

"أيّ رجلٍ هو لولا أنه أفسد نفسه بصحبة الملوک"

(ص۲۴۵ ج۸)

"زہری بہت اچھے انسان ہیں اگر وہ خود کو بادشاہوں کی صحبت سے بگاڑ نہ لیتے"۔

شیخ البانی کی رائے پہلے پیش کی جاچکی ہے جس میں انہوں نے دوٹوک انداز میں وضاحت کر دی کہ صحیح بخاری کی مرسل زھری کا یہ ٹکڑا یقیناً باطل اور منکر ہے۔ لیکن ہماری یہ بحث نامکمل ہوگی اگر ہم صحیح بخاری کے اس تسامح کے ساتھ بعض دیگر تسامحات کی نشاندہی نہ کر دیں، کیونکہ عام ذہن بنا ہوا ہے کہ صحیح بخاری میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے اس کتاب میں خطا و وہم اور تسامح کا گزر نہیں، اس لئے ہم اختصار کے ساتھ واضح کریں گے کہ صرف یہی ایک مقام نہیں جہاں امام بخاری سے تسامح ہوا ہے بلکہ بہت سے مقامات ہیں جہاں تسامحات ہیں۔

امام بخاری نے تخریج کی:

"عَن عائشة أنّ بعض أزواجِ النبی ﷺ قُلنَ للنبی ﷺ أینا أسرعُ بِک لُحوقاً؟ قال أطولکنّ یداً. فأخذوا قصبةً یذرعونها فکانتْ سودةُ أطولهنّ یداً فعلمنا بَعد انّما کانت طُول یَدها الصّدقة وکانت أسرعَنا لحوقاً بہ ﷺ وکانت تُحبّ الصدقة" (صحیح البخاری، ص۱۹۱ ج۱)

"حضرت عائشہ سے روایت ہے نبی ﷺ کی بعض ازواج مطہرات نے عرض کی سب سے پہلے ہم میں سے کون آپ سے ملے گی، فرمایا سب سے لمبے ہاتھ والی، امہات المؤمنین ایک لکڑی لیکر اپنے ہاتھ ناپنے لگیں ان میں حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا، حالانکہ حضور نے لمبائی سے مراد صدقہ لیا تھا، سودہ کا سب سے پہلے وصال ہوا وہ صدقہ کرنا پسند فرماتی تھیں"۔

اس روایت میں "وکانتْ أسرعَنا لحوقاً بہ" میں "کانت" کی ضمیر حضرت سودۃ کی طرف راجع ہے جس سے ثابت ہوا کہ امہات المؤمنین میں سب سے پہلے حضرت سودہ کا وصال ہوا جبکہ یہ تحقیق کے بالکل خلاف، محدثین، شارحین اور اہل سیر و علماے رجال اور مورخین کا اتفاق ہے کہ حضور کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش قریشیہ کا وصال ہوا۔

علامہ ابن اثیر جزری ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

"کانت اول نساء رسول اللہ ﷺ لحوقا بہ کما اخبر رسول اللہ ﷺ وتوفیت سنة عشرین ودفنت بالبقیع"

(اسد الغابۃ، ص۱۴۰ ج۷)

"امہات المؤمنین میں سب سے پہلے حضور سے ملنے والی حضرت زینب بنت جحش ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی، ۲۰ھ میں ان کا وصال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں"

مزید فرماتے ہیں:

"وکانت زینبُ کثیرۃَ الخیرِ والصَّدقة"

(اسد الغابۃ، ص۱۳۹ ج۷)

"حضرت زینب صدقہ و خیرات خوب فرمایا کرتی تھیں"۔

اور فرماتے ہیں:

"وبِسَبَبِهَا انزل الحِجابُ وکانت امرأۃٌ صناع الیَد تعملُ بیدِھا وتَتَصدق بہ فی سبیلِ اللہ"۔ (ایضا، ص۱۳۹ ج۱)

"ان کے سبب آیت حجاب نازل ہوئی۔ یہ بڑی کاریگر تھیں اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور راہ خدا میں صدقہ کرتی تھیں۔"

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا وصال بہت عرصے بعد ۵۴ھ میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ص۵۱۲ ج۳، عمدۃ القاری ص۲۸۲ ج۸)۔

(۲) دوسری مثالِ تسامح: امام بخاری نے اپنی صحیح میں تخریج فرمائی:

عن زینب بنت أبی سلمة قالت لما جاء نعیُ أبی سفیان من الشّام دعت أمُّ حبیبة بصُفرۃٍ فی یوم الثالثِ فمسحت عارِضیها وذراعَیها۔

(باب احد اد المراۃ علی غیر زوجها، ص۱۷۰ ج۱)

حضرت زینب بنت ابو سلمہ فرماتی ہیں: شام سے حضرت ابو سفیان کے انتقال کی خبر جب مدینہ پہنچی تو ام المؤمنین

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن زرد خوشبو منگائی اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر لگائی۔

اس روایت میں صراحت ہے کہ حضرت ابو سفیان کے وصال کی خبر شام سے آئی یعنی ان کا انتقال شام میں ہوا، یہ تحقیق کے سراسر خلاف ہے، اصحاب سیر اور مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ان کا انتقال مدینۂ طیبہ میں ہوا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

تُوفّی بالمدینة سنة إحدی وثلاثین۔ (سیر أعلام النبلاء ص ۲۱۸ ج۳، تاریخ کبیر از امام بخاری ص ۳۳۱ ج ۲، الاصابة از ابن حجر عسقلانی ص ۱۷۲ ج ۲، طبقات خلیفة بن خیاط ص ۴۳۸ وتاریخ ابن معین ص ۱۲۴ واسد الغابة ص ۷ ج ۳ ج ۲ وغیرہ)۔

ابو سفیان کی وفات ۳۱ھ میں ہوئی۔

(۳) تیسری مثالِ تسامح: امام بخاری نے اخراج فرمایا:

حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن أبیہ عن جعفر بن عاصم عن عبد اللہ بن مالک بن بحینة (صحیح البخاری باب اذا أقیمت الصلاة فلا صلاة الا المکتوبة، ص ۹۱ ج ۱)۔

اس روایت کے خط کشیدہ الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے مالک کو بحینہ کا بیٹا لکھا گیا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ بحینہ کے شوہر کا نام مالک ہے۔ اس مقام پر دوسرا تسامح یہ ہے کہ یہ الفا "سمعت رجلا من الازد یقال لہ مالک بن بحینة أن رسول اللہ ﷺ" اس میں تسامح یہ ہے کہ حدیث کا راوی مالک کو بتایا گیا ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ حدیث کے راوی عبد اللہ ہیں جو بحینہ کے صاحبزادے ہیں اور مالک تو ایمان سے محروم رہا ہے۔

علامہ ابن حجر نقد فرماتے ہیں:

"الوھم فیہ موضعین أحدھما أن بحینة والدةُ عبد اللہ لا مالک وثانیھما أنّ الصحبة لعبد اللہ لا لمالکٍ"

(فتح الباری، ص ۲۹، ج ۱)

"اس روایت میں دو جگہوں پر تسامح ہے ایک یہ کہ بحینہ عبد اللہ کی والدہ ہیں نہ کہ مالک کی، اور دوسرا تسامح یہ ہے کہ صحبت عبد اللہ کو حاصل ہے نہ کہ مالک کو"۔

راویانِ امام بخاری میں بھی بہت سے ایسے مجروح ہیں جو کم از کم صحیح بخاری کے شایانِ شان نہیں۔

(۱) مروان بن حکم بھی رجال بخاری میں سے ہے، یہ بنوامیہ میں ایسا ظالم حکمراں رہا ہے جسکے ظلم و ستم کے واقعات اسلامی تاریخ کے ایسے بدنما داغ ہیں جن کو بہت سے سمندر بھی دھو نہیں سکتے۔

امام ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لہ اعمالٌ موبقة نسالُ السلامة رمی طلحةَ بسھمٍ وفعلَ وفعلَ" (لسان المیزان ج ۴ رقم الترجمة ۸۴۲۲، حاشیة تھذیب الکمال ص ۳۸۹ ج ۲۷)۔

"بہت سے تباہ کن کاموں کا یہ مرتکب ہے، الامان والحفیظ، اسی نے حضرت طلحہ کو (جو عشرہ مبشرہ میں ہیں) تیر مارا تھا جس کے صدمے سے آپ شہید ہوئے اور اس نے اس طرح کے نہ جانے کتنے ظالمانہ کام کیے۔

صحیح بخاری کا ایک اور راوی:

(۲) حسن بن ذکوان فرقۂ قدریہ سے تھا، امام یحیٰ بن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، امام ابو حاتم نے بھی اسے ضعیف بتایا ہے (تہذیب الکمال ص ۱۴۷ ج ۶)

(۳) صحیح بخاری کا ایک اور راوی:

داؤد بن الحصین، ابن حجر عسقلانی نے اس کو قدری لکھا ہے اور حاشیہ تہذیب الکمال میں اس کو خارجی بتایا گیا ہے۔

(ص ۳۸۳ ج ۸)

(۴) ایک اور راوی ایوب بن عائض الطائی، علامہ مزی فرماتے ہیں: بخاری نے کتاب الضعفاء میں اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ فرقۂ مرجئہ سے تعلق رکھتا تھا۔ (تہذیب الکمال ص ۴۷۸ ج ۱)

امام ذہبی عالم استعجاب میں فرماتے ہیں:

كان من المرجئة قال له البخاري وأورده في الضعفاء لإرجائه والعجب من البخاري يغمزه وقد احتج به۔

(نزهة القاري، ص۱۹۱ ج۱)

ایوب بن عائض فرقۂ مرجئہ سے تھا امام بخاری نے بھی یہی فرمایا ہے اور اس کے اس جرم کی وجہ سے اس کو اپنی کتاب الضعفاء میں رکھا ہے، مگر حیرت اس پر ہے کہ اس کو مطعون بھی کرتے ہیں اور اس کو قابل حجت جانتے ہوئے روایت بھی لیتے ہیں۔

(۵) نعیم بن حماد بھی صحیح بخاری کا ایک راوی ہے اس کے اوپر بڑے بڑے طعن ہیں، امام نسائی نے فرمایا یہ ضعیف ہے، امام یحییٰ بن معین نے تصریح فرمائی:

"لَيسَ فِي الحَدِيثِ بِشيءٍ"

"حدیث میں یہ کچھ نہیں"۔

ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

"كان يضع الحديث في تقوية السُّنة وحكايات في ثلب أبي حنيفة كلها كذب" (تھذیب التھذیب، ص۲۳۵ ج۴)۔

یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا سنت کی تقویت کے لیے اور کچھ افسانے امام ابو حنیفہ کی عیب چینی کے لیے یہ سب جھوٹ ہیں۔

اس کے دوسرے صفحے پر تحریر فرماتے ہیں:

ابو الفتح ازدی کا بیان ہے کہ لوگوں نے اسی کے بارے میں کہا:

كان يضع الحديث في تقوية السُّنة وحكايات مزوّرة في ثلب أبي حنيفة كلها كذب۔ (تھذیب التھذیب، ص۲۳۶ ج۴)۔

سنت کی تقویت کے نام پر حدیثیں گڑھتا تھا اور جھوٹے قصے امام ابو حنیفہ کی عیب چینی میں گڑھتا تھا یہ سب جھوٹ ہیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نزہۃ القاری شرح البخاری کے مقدمے میں اس موضوع پر بڑی مفید اور مدلّل گفتگو فرمائی ہے، ناظرین ضرور اس کا مطالعہ کریں۔

صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کی صرف ایک روایت پیش خدمت ہے:

حدَّثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال: حدَّثنا عفّان قال حدثنا حماد بن سلمه عن ثابت عن أنس ان رجلاً قال: يارسول الله أين أبي؟ قال في النّار. فلما قفا دعاه، فقال إنّ أبي وأباك في النّار۔ (صحیح مسلم، ص۱۱۴ ج۱)۔

ابو بکر بن ابو شیبہ نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے عفان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ثابت سے روایت کی حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں؟ حضور نے فرمایا: جہنم میں، جب وہ واپس جانے لگا حضور نے اسے بلایا اور فرمایا: میرے اور تمھارے باپ جہنم میں ہیں۔

یہ روایت دیکھ کر انسان حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتا ہے اور بار بار اس کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ صحیح مسلم میں ایسی روایت ہو سکتی ہے مگر جب اس حدیث پر انہیں کے ہم مشرب علامہ نووی اس حدیث پر نقد و جرح کے بجائے تصحیح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو حیرت و استعجاب اور بڑھ جاتا ہے وہ اس حدیث کا نتیجہ نکالتے ہیں:

"فيه أنّ من مات على الكفرِ فهُو في النّار ولاتنفعهُ قرابةُ المقرَّبين"

(حاشیہ مسلم ص۱۱۴ ج۱)

"اس سے ثابت ہوا کہ جو کفر پر مرا وہ جہنمی اور اس کو رشتہ داروں کی رشتہ داری نفع نہ دیگی"

☆☆☆☆

(جاری ہے.........)

کیرن آرم سٹرانگ کا پیغمبر اسلام کے معجزہ نہ دکھانے کے الزام کا تحقیقی مطالعہ

کیرن آرم سٹرانگ کا فریب

محمد اسمٰعیل بدایونی

استشراقی دنیا میں جھوٹ، مکر و فریب اور علمی بددیانتی ایک ایسا وصف بن چکا ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی شخص سچ کہہ اور لکھ پاتا ہے ورنہ اکثریت کا حال تو یہ ہے کہ الزام اور دسیسہ کاری کا ہر وہ طریقہ جس سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات کو نشانہ بنایا جا سکے اسے اپنانے سے دریغ نہیں کرتی۔ دورِ حاضر کی مشہور مستشرقہ کیرن آرم سٹرانگ نے بھی کچھ اسی طرح سے لوگوں کے اذہان میں نئے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک کتاب MUHAMMED لکھی ہے جس میں انہوں نے دل کھول کر اپنے قلبی بغض کا اظہار کیا ہے (ہم الحمدللہ اس کتاب کا جواب ''استشراقی فریب'' لکھ چکے ہیں) کیرن صاحبہ نے ایک الزام یہ بھی عائد کیا کہ جب کفارِ مکہ نے آپ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک عام بشر ہونا تسلیم کر لیا اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی طرح معجزہ دکھانے میں ناکام رہے ہم نے اس مضمون میں ان کے اسی الزام کا تعاقب کیا ہے۔

کیرن صاحبہ لکھتی ہیں:

HE BEGAN QUIETLY, speaking about his revelations to a small band of friends and family members,who became enthusiastic and sympathetic disciples, conviced that he was the long-awaited Arab Prophet.But Muhammad realized that most of the Quraysh would find it well-nigh impossible to accept this.The Messengers of Allah had all been towering figures, founding fathers of society.Some had even worked miracles.How could Muhammad measure up to Moses or Jesus? Quraysh had watched him growing up; they saw him going about his business in the market, eating and drinking like everybody else.

Muhammad, p#53 by Keran Armstrong published by Harper Press, London 2006.

''حضرت محمد ﷺ نے اپنا مشن خاموشی سے شروع کیا آپ نے وحی کے متعلق دوستوں اور خاندانوں والوں کو بتایا جو پُر جوش اور ہمدرد شاگرد بن گئے تھے انہیں یقین تھا کہ حضرت محمد ﷺ ہی وہ عرب کے پیغمبر ہیں جس کا طویل عرصے سے انتظار ہو رہا تھا لیکن آپ نے محسوس کیا کہ زیادہ تر قریش کے لئے یہ چیز قبول کرنا ناممکن تھا اللہ کے تمام پیغمبر دراز قامت شخصیات، معاشرے کے بانی مبانی ہوا کرتے تھے۔ کچھ ایک نے تو معجزات بھی دکھائے۔ آنحضرت حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) کے ہم پلہ کیسے ہو سکتے تھے؟ قریش نے

آپ کو جوان ہوتے دیکھا تھا انہوں نے آپ کو بازار میں کاروبار کرتے، باقی سب لوگوں کی طرح کھاتے پیتے بھی دیکھا تھا۔''

مزید آگے اپنے اس تخیل کے حق میں ایک دلیل یوں لاتی ہیں:

All this talk of revelation was outrageous! Muhammad had made the whole thing up.Why should he alone, of all the Quraysh, have received a divine message? "Muhammad was mad; he had led astray a jinni; he was a sorcerer, who lured young people away from their fathers, sunnah by magic arts. When he was asked to validate his claims by working by mircle-as Moses or Jesus done-he admitted that he was an ordinary mortal like themselves.

Muhammad, p#77.

''وحی کے متعلق تمام گفتگو ناراضگی کا باعث تھی! سب کو آپ کا دعویٰ مسئلے کی وجہ نظر آیا آخر تمام قریش میں سے ایک آپ کو الوہی پیغام کیوں موصول ہوا؟ آپ کو (نعوذ باللہ) مجنون اور جنات سے مغلوب قرار دیا گیا اس کے علاوہ قریش نے آپ کو ساحر بھی کہا جو نوجوانوں کو ساحری کے ذریعے اپنے باپ داداؤں کی سنت سے گمراہ کرتا تھا جب آپ کو اپنے دعوے سچے کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھانے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) نے کیا تھا۔ کے لیے کہا گیا تو آپ نے انہی جیسا ایک عام انسان ہونا تسلیم کرلیا۔''

کیرن صاحبہ نے پوری توجہ اس بات پر صرف کردی کہ آپ نبی نہیں تھے اگر نبی ہوتے تو کفار نے آپ سے معجزہ کا جو مطالبہ کیا تھا وہ پورا کردیتے جیسے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے کیا تھا آپ یہ معجزہ ادا کرنے میں ناکام رہے لہٰذا آپ نبی نہیں ہوسکتے اور آپ نے خود ہی یہ کہہ دیا کہ میں تمہاری طرح ہی عام انسان ہوں۔

کیرن آرم سٹرانگ جس آیت کی جانب اشارہ کررہی ہیں وہ یہ ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا (۹۰) اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا (۹۱) اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا (۹۲) اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۳) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَ ھُمُ الْھُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۴)

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۰ تا ۹۴)

اور کفار نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کردیں ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ یا (لگ کر تیار) ہوجائے آپ کے لئے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ جاری کردیں ندیاں جو اس باغ میں (ہر طرف) بہ رہی ہوں یا آپ گرا دیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے، ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو (بے نقاب کرکے) ہمارے سامنے لے آئیں یا (تعمیر) ہوجائے آپ کے لئے ایک گھر سونے کا یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہ لائیں گے کہ آپ آسمان پر چڑھیں جب تک کہ آپ اتار نہ لائیں ہم پر ایک کتاب جسے ہم

پڑھیں آپ (ان سب خرافات کے جواب میں اتنا) فرمادیں میرا رب (ہرعیب سے) پاک ہے میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ کا) بھیجا ہوا اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی اُن کے پاس ہدایت مگر اس چیز نے کہ انھوں نے کہا کہ کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر۔

کفارِ مکہ کے مطالبات

کفارِ مکہ نے درج ذیل مطالبات کیے۔

پہلا مطالبہ:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا

اور کفار نے کہا کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کردیں ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ۔

دوسرا مطالبہ:

اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا

یا (لگ کر تیار) ہوجائے آپ کے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ پھر آپ جاری کردیں ندیاں جو اس باغ میں بہہ رہی ہوں۔

تیسرا مطالبہ:

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا

یا آپ گرادیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔

چوتھا مطالبہ:

اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا

یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو (بے نقاب کر کے) ہمارے سامنے لے آئیں۔

پانچواں مطالبہ:

اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ

یا (تعمیر) ہوجائے آپ کے لئے ایک گھر سونے کا

چھٹا مطالبہ:

اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ

یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔

کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی بھی ملاحظہ کیجیے کہ اگر آپ نے یہ چھے مطالبات پورے کردیے تب بھی ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

وَلَنْ نُّؤْمِنَ

بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔

ساتواں مطالبہ:

لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ

کہ آپ آسمان پر چڑھیں جب تک کہ آپ اتار نہ لائیں ہم پر ایک کتاب جسے ہم پڑھیں۔

آپ نے کفارِ مکہ کے ان نادان مطالبات کے جواب میں فرمایا۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

آپ فرمادیں میرا رب (ہرعیب سے) پاک ہے میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ) کا بھیجا ہوا۔

اس بات پر کیرن آرم سٹرانگ کہتی ہیں کہ

”آپ نے انہی جیسا ایک عام انسان ہونا تسلیم کیا۔“

(پیغمبر اسلام صفحہ 54)

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَ ھُمُ الْھُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی ان کے پاس ہدایت مگر اس چیز نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر۔

قارئین کرام!

قبل اس کے کہ میں مس کیرن کے اس اعتراض کا جواب دوں

میں مس کیرن آرم سٹرانگ سے بھی یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر نبی کئی معجزات دکھادے لیکن کسی بھی سبب سے کوئی معجزہ نہ دکھائے تو کیا آپ کی ڈکشنری میں وہ شخص نبی نہیں رہتا؟ ۔تو آپ نن بھی رہی ہیں عیسائیت سے آپ کا تعلق بھی ہے بائبل کے ان حوالوں کے بارے میں کیا کہیں گی جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مخالفین نے بڑھئی کا بیٹا اور عام آدمی گردانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں معجزہ دکھانے سے بھی انکار کیا۔

متی کی یہ عبارت ملاحظہ کیجیے۔

''کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہودہ نہیں؟ اور کیا اُس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ پھر یہ سب کچھ اس نے کہاں سے پایا؟ اور انہوں نے اس کے سبب سے ٹھوکر کھائی لیکن یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا اور اُس نے ان کی بے اِعتقادی کے سبب وہاں بہت معجزے نہ کیے۔''

(کلام مقدس، متی، باب ۱۳، آیت ۵۳ تا ۵۷، مطبوعہ ابلاغیات مقدس پولوس، کراچی ۱۹۹۹ء۔)

بائبل کی اس عبارت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر عہد میں نبی کے مخالفین اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں کہ

''کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں ہے کیا اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہودہ نہیں اور کیا اُس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں پھر یہ سب کچھ اُس نے کہاں سے پایا۔'' (ایضاً)

بائیبل کی اس عبارت کی تفسیر میں میتھیو ہنری کا منٹری رقم طراز ہیں اور پادری میتھیو کے یہ الفاظ صرف کیرن آرمسٹرانگ کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے استشراق کے لیے بھی قابل توجہ ہیں پادری صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن میں ہے۔اس کے اپنے ہم وطنوں نے ایک دفعہ اسے رَدّ کردیا تھا لیکن وہ دوبارہ ان کے پاس آیا۔خدا انکار کرنے والوں کو پہلی ہی دفعہ چھوڑ نہیں دیتا بلکہ بار بار پیشکش کرتا ہے اسے فطری طور سے اپنے وطن سے محبت تھی اس دفعہ بھی اسے پہلے کی طرح نفرت اور حقارت کے سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔''

(تفسیر الکتاب از پادری میتھیو ہنری، جلد سوم، صفحہ ۱۵۷، چرچ سیمینارز فاؤنڈیشن، لاہور ۲۰۰۲ء)

مزید آگے لکھتے ہیں۔

''انہوں نے دو باتوں میں اس کی حقارت کی:۔

الف۔اس کی رسمی تعلیم کی کمی انہوں نے اقرار کیا کہ اس میں حکمت ہے اور وہ بڑے بڑے کام کرتا ہے لیکن سوال یہ تھا کہ ''اس میں یہ حکمت اور معجزے کہاں سے آئے؟'' اگر وہ دانستہ اندھے نہ بنتے تو ضرور اس نتیجے پر پہنچتے کہ اسے خدا کی مدد حاصل ہے اور خدا نے مامور اور مقرر کیا ہے اس لیے وہ تعلیم پائے بغیر غیر معمولی حکمت اور قدرت کے ثبوت دیتا ہے۔

ب۔اس کے رشتے داروں کی قربت اور پست حالی ''کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟'' اس میں کیا حرج تھا؟ دیانتدار پیشے والے آدمی کا بیٹا ہونے میں سبکی اور کم قدری کی کوئی بات نہیں یہ بڑھئی داؤد کے گھرانے کا تھا وہ ابن داؤد تھا بڑھئی ضرور تھا مگر عزت دار شخص تھا کچھ تاریکی کے فرزند یسی کی شاخ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے وہ اس کی ماں کے حوالے سے اس کی بے قدری کرتے ہیں ''کیا اس کی ماں کا نام مریم نہیں؟'' یہ ایک عام سا نام تھا وہ سب اسے جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایک معمولی شخص ہے اس بات کو انہوں نے یسوع کے لیے حقارت بنادیا گویا انسان کی قدر و قیمت سوائے بڑے بڑے القابات کے اور کسی چیز سے نہیں ہوسکتی قدر و قیمت لگانے کے کیسے

گھٹیا معیار ہیں !وہ اس کے بھائیوں کے حوالے سے اس کی بے قدری کرتے ہیں وہ ان کے ناموں سے واقف تھے وہ اچھے اور نیک آدمی تھے مگر غریب تھے اس لیے حقیر تھے اور ان کی خاطر مسیح بھی حقیر ہے۔''کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟'' اس وجہ سے تو چاہیے تھا کہ وہ اس کی زیادہ عزت کرتے اس سے زیادہ محبت رکھتے کیونکہ وہ انہی میں سے تھا مگر اسی وجہ سے انہوں نے اسے حقیر جانا۔انہوں نے اس کے سبب سے ٹھوکر کھائی۔''

(ایضاً،صفحہ ۱۵۷)

معجزات نہ دکھانے کا سبب پادری صاحب کی نظر میں

پادری میتھیو مزید آگے معجزے نہ دکھانے کا سبب یوں بیان کرتے ہیں:

''اس بات نے فی الوقت اس کے ہاتھ باندھ دیے'' اس نے ان کی بے اعتقادی کے سبب سے وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے۔'' بے اعتقادی مسیح کی عنایات کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے چنانچہ اگر ہمارے درمیان معجزے نہیں ہوتے تو وجہ ہمارے ایمان کی کمی ہے مسیح کے فضل اور قدرت میں کوئی کمی نہیں۔''

(ایضاً،صفحہ ۱۵۸)

یہاں کیا کہیں گی مس کیرن آرم سٹرانگ ایک بات جو عیسائیت کے یہاں درست ہو، دلیل ہو، سچائی ہو وہی بات اسلام میں ہو تو وہ لائق مذمت، باطل ہے؟

مستشرقین کو اگر اسلام میں کوئی رائی نظر آجائے تو اُس کو پہاڑ بنا دیتے ہیں اور مسیحیت میں کوئی پہاڑ آجائے تو اُسے رائی قرار دے دیتے ہیں یہ دوہرا معیار مستشرقین کا معیارِ تحقیق ہے۔

بائبل کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے:

متی کی انجیل میں ہے:

''اور راہ چلنے والے جو پاس سے گزرتے تھے وہ سر ہلا ہلا کر اس کو ملامت کرتے اور کہتے تھے واہ تو جو ہیکل کو ڈھاتا اور تین دن میں بناتا ہے اپنے آپ کو بچا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ اسی طرح سردار اور کاہنوں نے بھی مع فقیہوں اور بزرگوں کے ٹھٹھا مار کر کہا اس نے اوروں کو بچایا اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا اگر یہ اسرائیل کا بادشاہ ہے تو اب صلیب پر سے اتر آئے اور ہم اس پر ایمان لائیں گے اس کا توکل خدا پر ہے اگر وہ اس کو چاہتا ہے تو وہ اب اسے بچائے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور اسی طرح کی باتوں سے وہ ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے اسے ملامت کرتے تھے۔''

(متی، باب ۲۷، آیت ۳۹ تا ۴۴)

مسٹر میتھیو اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا تو بھی دشمنوں نے طعنوں اور بے ادبی کی باتوں کی بوچھاڑ جاری رکھی۔''

وہ کس قسم کے طعنے دیتے تھے مزید آگے لکھتے ہیں:

''وہ کیا طعنے دیتے تھے، ہیکل کو ڈھا دینے کا طعنہ۔۔۔اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہنے کا طعنہ۔۔۔کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ وہ ابلیس کے منہ کے الفاظ لے لیتے ہیں جو اس نے بیابان میں مسیح کو آزماتے وقت استعمال کیے تھے۔''

مزید آگے لکھتے ہیں:

''کاہنوں نے دو باتوں سے اس کی توہین کی اور طعنے دیے۔

اوّل: یہ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔

۱...... وہ مان لیتے اور یقین رکھتے ہیں کہ مسیح اپنے تئیں نہیں بچا سکتا اس لیے اس میں وہ طاقت اور قدرت نہیں ہے جس کا دعویٰ کرتا تھا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں بچانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ ہمیں بچانے کو مرنا چاہتا تھا۔

۲...... وہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال ڈالنا چاہتے تھے کہ چونکہ اس

وقت اس نے اپنے تئیں نہیں بچایا اس لیے اس کے دوسروں کو بچانے کے سارے دعوے فقط جھوٹ اور فریب ہیں۔

﴿۳...... وہ طعنہ دیتے تھے کہ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے بہت سے لوگ اسرائیل کے بادشاہ کے گرویدہ ہو جائیں گے اگر وہ صلیب پر سے صرف اتر آئے لیکن فیصلہ ہو چکا ہے اگر صلیب نہیں تو مسیح بھی نہیں تاج بھی نہیں جو اس کے ساتھ بادشاہی کرنا چاہتے ہیں انہیں اس کے ساتھ دکھ اٹھانا بھی ضرور ہے کیونکہ اس دنیا میں مسیح اور صلیب کو کیلوں سے اکٹھا جڑ دیا گیا ہے۔

﴿۴...... انہوں نے اسے چیلنج کیا کہ یہ اب صلیب پر سے اتر آئے۔۔۔لیکن اس کی لاتبدیل محبت اور عزم صمیم نے اس آزمائش کے خلاف ایک حصار بنا دیا اور مسیح کو اس پر حاوی رکھا۔ چنانچہ وہ ماندہ ہوا نہ اس نے ہمت ہاری۔

﴿۵...... انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر وہ صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں گے جب ایک دفعہ پہلے انہوں نے کوئی نشان طلب کیا تھا تو اس نے انہیں بتایا تھا کہ جو نشان میں دینا چاہتا ہوں وہ میرا صلیب پر سے اتر آنا نہیں ہوگا بلکہ میرا قبر میں سے جی اٹھنا ہوگا جو میری قدرت کا زیادہ اور بڑا اظہار ہوگا اپنے آپ سے یہ وعدہ کرنا بالکل غلط ہے کہ ہم اس صورت میں ایمان لائیں گے کہ ہمارے بتانے کے مطابق ہمیں ایمان لانے کے فلاں فلاں ذرائع اور محرکات حاصل ہوں کیونکہ یہ نہ صرف ہمارے دلوں کی زبردست حیلہ سازی اور فریب کاری ہے بلکہ ہٹ دھرم اور اڑیل بے دینی اور کفر کی افسوس ناک آڑ بلکہ حیلہ بھی ہے تاکہ ملامت سے بچ جائے۔

دوم: خدا اس کا باپ اسے نہیں بچا رہا۔ اس نے خدا پر بھروسا کیا ہے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ ''میں خدا کا بیٹا ہوں'' جو لوگ خدا کو باپ اور اپنے آپ کو اس کے فرزند کہتے ہیں وہ اس پر بھروسا (توکل) کرنے کا اقرار کرتے ہیں وہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال ڈال رہے ہیں کہ اس نے اپنے آپ کو اور دوسروں کو صرف دھوکا دیا ہے کیونکہ اگر یہ خدا کا بیٹا ہوتا تو اس ساری مصیبت ہی میں نہیں بلکہ اس مصیبت میں پڑنے کو یوں اکیلا نہ چھوڑا جاتا اس بات کا مقصد یہ تھا۔

﴿۱...... اسے بدنام کرنا اور وہاں موجود لوگوں کو یقین دلانا کہ یہ دھوکے باز اور دغا باز ہے۔

﴿۲...... مسیح کو خوفزدہ کرنا اور اسے اپنے باپ کی محبت اور قدرت کے بارے میں شک میں ڈالنا اور مایوس کرنا۔''

(تفسیر الکتاب جلد سوم، صفحہ ۳۳۱، ۳۳۲)

جناب والا! یہ بائبل کے مفسر لکھ رہے ہیں۔ یہ کسی مسلمان نے تفسیر نہیں لکھی بلکہ یہ تفسیر ۱۷۰۶ء میں پادری میتھیو نے لکھی ہے۔ اس تفسیر پر مستشرقین کیا فرمائیں گے۔

میں پھر وہی کہوں گا جس نکتے پر اسلام اور پیغمبر اسلام پر تنقید کی جارہی ہے اسی نکتے پر مسیحیت اور پیغمبر مسیحی پر تحسین کے پھول نچھاور ہو رہے ہیں۔ کیا مستشرقین اس تضاد کو بیان کر سکیں گے۔

کیرن آرم سٹرانگ نے یہ اعتراض کر کے اپنے ہی مذہب کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔

انجیل مرقس میں لکھا ہے۔

''تب فریسی نکل کر اس سے بحث کرنے لگے اور اسے آزمانے کے لیے آسمان سے کوئی نشان اس سے طلب کیا اس نے گہری آہ کھینچ کر کہا یہ پُشت نشان کیوں طلب کرتی ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس پُشت کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا اور وہ انہیں چھوڑ کر پھر کشتی پر چڑھ کر جھیل کے پار گیا۔''

(مقدس مرقس، باب ۸، آیت ۱۱ تا ۱۳)

اس آیت کی تفسیر میں مسٹر میتھیو کیا کہتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

''ابھی مسیحی مختلف جگہوں میں پھر رہا ہے اب وہ دلمنوتہ کے

علاقے میں پہنچتا ہے وہاں اسے بحث وتکرار کا سامنا ہوا اور نیکی کرنے کے مواقع نہ ملے اس لیے وہ ان کو چھوڑ کر پھر کشتی میں بیٹھا اور پار چلا گیا۔فریسیوں نے مسیح کو چیلنج کرتے ہوئے کوئی آسمانی نشان طلب کیا مگر مسیح نے انہیں خوش کرنے سے انکار کردیا کیونکہ ان کا مقصد اسے پھنسانا تھا اس لیے وہ بار بار اسے بحث میں الجھانے کی کوشش کرتے تھے۔

الف۔وہ اس سے کوئی آسمانی نشان طلب کرتے تھے گویا اس نے زمین پر ان کو جو نشان دیے وہ کافی نہ تھے وہ اسے آزمانے کے لیے ایسا کرتے تھے انہیں امید نہ تھی کہ مسیح ہمیں نشان دے گا تا کہ تصور کرسکیں کہ ہمیں اپنی بے دینی کے لیے ایک بہانہ مل گیا ہے۔

ب۔مسیح نے ان کا مطالبہ پورا کرنے سے انکار کردیا اس نے اپنی روح میں آہ کھینچ کر کہا۔۔۔وہ ان کے دلوں کی سختی پر ملول اور غمگین ہوا اسے دکھ ہوتا ہے کہ گنہگار اپنی روشنی کی راہ روکتے اور اپنے دروازوں پر اڑبنگے لگا دیتے ہیں مسیح نے انہیں سمجھایا کہ اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں؟ یہ نسل ایسی نالائق ہے کہ خوشخبری ان کے پاس آنی نہیں چاہیے اور ان کے ساتھ کوئی نشان نہیں ملنا چاہیے اس زمانے کے لوگوں کو بیماروں کی شفا میں رحمت سے بھرے ہوئے اور حسی نشان اتنی تعداد میں دیے گئے ہیں کہ ان کا کوئی اور نشان طلب کرنا بالکل بیہودگی ہے اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔اس کے ساتھ ہی وہ ان کو چھوڑ کر۔۔۔چلا گیا یہ اس لائق نہیں کہ اس سے بات کی جائے اگر وہ قائل ہونا نہیں چاہتے تو نہیں ہوں گے انہیں ان کے باطل خیالات اور غلط اعتقادی میں پڑا رہنے دو۔''

(تفسیر الکتاب جلد سوم، صفحہ ۳۹۱)

مزید آگے اسی مرقس میں لکھا ہے:

''اور پھر یروشلم میں آئے اور جب وہ ہیکل میں پھر رہا تھا تو سردار کاہن اور فقیہہ اور بزرگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ تو کس اختیار سے کرتا ہے؟ اور یہ اختیار تجھے کس نے دیا ہے کہ یہ کرے؟ تب یسوع نے ان سے کہا کہ میں بھی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں تم جواب دو تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کس اختیار سے یہ کرتا ہوں یوحنا کا بپتسمہ آسمان سے تھا یا آدمیوں سے؟ مجھے جواب دو تب وہ اپنے میں غور وخوض کرنے لگے کہ اگر ہم کہیں کہ آسمان سے تو وہ کہے گا پھر تم نے کیوں اس کا یقین نہ کیا پھر کیا یہ کہیں کہ آدمیوں سے؟ وہ عوام سے ڈرتے تھے کیونکہ سب یوحنا کو حقیقی نبی جانتے تھے۔تب انہوں نے یسوع سے جواب میں کہا ہم نہیں جانتے۔یسوع نے ان سے کہا میں بھی تمہیں نہیں بتاتا ہوں کہ میں کس اختیار سے یہ کرتا ہوں۔''

(مقدس مرقس، باب ۱۱، آیت ۲۷ تا ۳۳)

بائبل کی ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے پادری میتھیو لکھتے ہیں:

''یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کی صدر عدالت (سنہیڈرن) مسیح سے اس کے اختیار کے بارے میں دریافت کرتی ہے یہ لوگ مسیح کے پاس آئے جب وہ ہیکل میں پھر رہا تھا اور لوگوں کو تعلیم دے رہا تھا ہیکل کے صحن میں حجرے اس مقصد کے لیے بہت موزوں تھے۔یہ بلند مرتبت آدمی اس کے پاس آئے اور ایک لحاظ سے گویا عدالت کے کٹہرے میں اسے مجرم ٹھہراتے ہوئے پوچھنے لگے تو ان کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہے؟

ان کا مقصد تھا کہ اسے پھنسائیں اور پریشان کریں اگر وہ لوگوں کے سامنے دکھا دیں کہ اسے باضابطہ طور پر مقرر نہیں کیا گیا باقاعدہ مخصوص نہیں کیا گیا تو وہ ان سے کہہ سکیں گے کہ اس کی نہ سنا کرو وہ ہٹ دھرمی سے اپنی بے اعتقادی پر قائم تھے اور یہ وار ان کی آخری پناہ گاہ تھی انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ ہم اس کے اس رتبے پر فائز ہونے اور اختیار میں کوئی نہ کوئی

خامی اور غلطی ڈھونڈ کر رہیں گے۔''

(تفسیر الکتاب، جلد سوم، صفحہ ۴۱۳)

مزید آگے لکھتے ہیں:

''مسیح نے ان کے متکبرانہ سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور اپنے آپ کو حق بجانب ٹھہرایا۔ میں بھی تم کو نہیں بتاتا کہ ان کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہوں۔''

(ایضاً، صفحہ ۴۱۴)

مس کیرن آرم سٹرانگ کے اصول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اگر کوئی آسمانی نشان (معجزہ) طلب کرے اور اگر آپ نہ دکھائیں تب بھی آپ نبی رہیں گے۔۔۔ کسی سوال کا جواب نہ دیں تب بھی نبی رہیں گے۔ مگر وہ پیغمبر جو کفار کے بیہودہ مطالبات کو پورا نہ کرے اس کو دائرۂ پیغمبری سے خارج کر دیا جائے یہ اصول مستشرقین نے کہاں سے لیا ہے؟

پادری میتھیو ایک اور جگہ رقم طراز ہیں:

''اس کے مخالف اس کے پاس آ کھڑے ہوئے یہ لفظ صرف یہیں استعمال ہوئے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ۔ وہ اس پر اچانک سوال کر کے اسے گھبرا دینا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس سوال سے وہ ڈر جائے گا اس واقعے سے ہم یہ باتیں سیکھتے ہیں۔ جو بات واضح اور صاف ہوتی ہے اس پر بھی بعض اوقات اعتراض کیا جاتا ہے۔ یہ کچھ عجیب نہیں اعتراض کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو آنکھیں بند رکھتے ہیں تاکہ نور کو نہ دیکھیں مسیح کے معجزے بالکل واضح کرتے اور ثبوت دیتے تھے کہ وہ ان کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہے۔ جو مسیح کے اختیار پر اعتراض کرتے ہیں ان کی بے وقوفی سب آدمیوں پر ظاہر ہو جائے گی۔''

(تفسیر الکتاب، جلد سوم، صفحہ ۶۲۴)

لوقا کی یہ روایت بھی ملاحظہ کیجیے۔

''اور لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اور سردار بھی ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے کہ اس نے اوروں کو بچایا اگر یہ خدا کا مقبول المسیح ہے تو اپنے آپ کو بچائے اور سپاہیوں نے بھی اس پر ہنسی کی اور پاس جا کر اور اسے سرکہ دے کر کہا اگر تو یہودیوں کا بادشاہ ہے تو اپنے آپ کو بچا۔''

(لوقا، باب ۲۳، آیت ۳۵ تا ۳۷)

پادری میتھیو اس کے تحت لکھتا ہے:

''اس کی تحقیر و تذلیل کی گئی لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اور سردار بھی اس ہجوم میں کھڑے تھے اور ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے کہ اس نے اوروں کو بچایا۔۔۔ اپنے آپ کو بچائے وہ اسے چیلنج کر رہے تھے کہ اپنے آپ کو صلیب سے بچائے جبکہ وہ صلیب کے وسیلے سے اوروں کو بچا رہا تھا اگر یہ خدا کا مسیح اور اس کا برگزیدہ ہے تو اپنے آپ کو بچائے انہوں نے اس کا اور اس کے دکھوں کا تماشا بنایا اسی طرح سپاہیوں نے بھی ٹھٹھا مارا اور کہا کہ اگر تو یہودیوں کا بادشاہ ہے تو اپنے آپ کو بچا۔''

(تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ ۶۴۶)

جواب دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو الزامی دوسرا جواب تحقیقی۔ اگرچہ الزامی جواب ہم نے مکمل شرح وبسط سے دیدیا۔ جس کے بعد معترض کو پوری طرح تسلی وتشفی ہو گئی ہو گی۔

لیکن ہم یہاں ان تمام مستشرقین، اور اُن سے فیض یافتہ مسلمانوں کے درمیان گمراہ فرقوں کو بھی از روئے اسلام قرآنی دلیل پیش کرتے ہیں تاکہ جوابِ الزامی کے بعد جوابات تحقیقی بھی ہو جائیں

کفار نے پہلا مطالبہ یہ کیا۔

کفار کا پہلا مطالبہ:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا

اور کفار نے کہا کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کر دیں ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا ممکن نہیں تھا؟ تھا اور ضرور تھا

نبی کریم ﷺ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے چشمے بہائے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (سورۂ بقرہ، آیت ۶۰)

اور یاد کرو جب پانی کی دعا مانگی موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے تو ہم نے فرمایا مارو اپنا عصا فلاں چٹان پر تو فوراً بہہ نکلے اس چٹان سے بارہ چشمے۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی پتھر پر ماریں تو بارہ چشمے جاری ہو جائیں اور اگر سید المرسلین چاہیں تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟ ہوسکتا تھا مگر کافروں کے مطالبے پر کیوں نہیں ہوا؟

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب کوئی قوم معجزہ طلب کرے اور ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ پھر عذاب نازل فرماتا ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۵۹)

اور نہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ) نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو پہلوں نے (اور وہ فوراً تباہ کر دیے گئے تھے)

اور ایک جگہ ارشاد یوں فرمایا:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (سورہ احزاب آیت ۶۲)

اور آپ سنتِ الٰہی میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہ پائیں گے۔

یہ ایمان لائیں گے نہیں اور جب یہ ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ اور جب تک نبی کریم ﷺ ان میں موجود ہیں تو عذاب آئے گا نہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورہ انفال آیت ۳۳)

اور اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ اُن پر عذاب کرے جب تک، اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔

عزیزانِ گرامی!

کسی بھی قوم کا حال معلوم کر لیجیے، کسی بھی امت کی اجتماعی تاریخ کا مطالعہ کر لیجیے جب اُس قوم نے، اُس امت نے معجزہ طلب کیا اور معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان نہیں لائی اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب نازل فرمایا۔

اور یہاں تو کافر کہہ رہے ہیں اگر آپ ہمارے یہ پانچ مطالبات پورے کر دیں مگر ہم اتنے ڈھیٹ اور ہٹ دھرم ہیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر ایک چھٹا مطالبہ اور رکھا۔

تو اگر وہ معجزہ دیکھ کر ایمان نہیں لاتے تو پھر عذاب نازل ہوتا۔۔۔ اور جب عذاب نازل ہوتا تو اس آیت کے بارے میں مستشرقین ڈھنڈورا پیٹتے کہ دیکھیے جناب عذاب نہ آنے کا وعدہ قرآن (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۂ انفال، آیت ۳۳) اور اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ اُن پر عذاب کرے جب تک، اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو)۔ نے خود کیا تھا اور عذاب آگیا۔

اور کچھ اس طرح ہرزہ سرائی کرتے کہ جناب قرآن تو کہتا ہے۔ ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (پ ۱۷، سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷)۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر عالمین کے لیے رحمت بنا کر۔ اگر عذاب آجاتا تو مستشرقین کہتے کہ لیجیے رحمت بھی ہیں عالمین کے لیے اور عذاب بھی آیا۔ اور جہاں چشمے جاری کرنے کے بعد انکار نہیں تھا وہاں پیغمبرِ اسلام نے چشمے بھی جاری کیے اور یہ آپ کا عالی شان معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے چشمے جاری کیے۔

انگلیوں سے چشموں کا جاری ہونا:

مواہب لدنیہ میں ہے:

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا اور لوگ وضو کے لیے پانی تلاش کر رہے تھے لیکن ان کو پانی نہیں ملتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے پاس پانی لایا گیا تو آپ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں رکھا اور صحابۂ کرام کو وضو کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ ان میں سے آخری آدمی نے وضو کرلیا۔

''صحیح بخاری میں ہے کہ ''وہ اسّی افراد تھے اور انہی کے الفاظ ہیں کہ آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان اور کناروں سے پانی نکلنے لگا حتیٰ کہ سب لوگوں نے وضو کرلیا راوی فرماتے ہیں: ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کتنے لوگ تھے؟ فرمایا ہم تین سو تھے۔''

(مواھب اللدنیہ، جلد دوم، صفحہ ۳۰۰، مترجم مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی، بہ حوالۂ بخاری و مسلم)

''غزوہ تبوک سے واپسی پر بھی آپ ﷺ سے یہ معجزہ منقول ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں:

''میں غزوۂ تبوک میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے سوار تھا تو مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے جانور اور اونٹ پیاسے ہوگئے ہیں آپ نے فرمایا کیا کچھ بچا ہوا پانی ہے؟ تو ایک شخص مشکیزے میں کچھ پانی لایا آپ نے فرمایا پیالہ لاؤ پھر اس میں پانی ڈال کر اپنی ہتھیلی پانی میں رکھ دی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے جاری ہوگئے فرماتے ہیں ہم نے اپنے اونٹوں اور دوسرے جانوروں کو پانی پلایا اور جمع بھی کیا آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کافی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں کافی ہے اے اللہ کے نبی! پس آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو پانی بھی ختم ہوگیا۔''

(ایضاً صفحہ ۳۰۱، بہ حوالۂ بخاری و مسلم)

کسی عاشقِ صادق (امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس حدیث کا ترجمہ شعر میں اس طرح کیا۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
(حدائقِ بخشش)

اور

پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں
(حدائقِ بخشش)

مناظرِ اسلام علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''مومنین تو آپ پر ایمان لانے والے تھے اس لیے آپ نے ان کے واسطے پانی اپنے دستِ پاک سے جاری کر کے دکھا دیا اور کفار کو هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا سے ٹال دیا۔''

(مقیاس نبوۃ، جلد اول، صفحہ ۸۱)

کفارِ مکہ کا دوسرا مطالبہ:

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا

یا (لگ کر تیار) ہوجائے آپ کے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا۔ پھر آپ جاری کردیں ندیاں جو اس باغ میں بہہ رہی ہوں۔

کفارِ مکہ نے دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ آپ کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور ان کے درمیان نہریں بھی ہوں جن کے درمیان ہر وقت پانی بھی ہو۔

اللہ رب العزت ان کے اس مطالبے پر ارشاد فرماتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لا وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا

(سورۂ فرقان، آیت ۱۰)

بڑی (خیرو) برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنادے آپ

کے لیے بہتر اس سے (یعنی ایسے) باغات، رواں ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنادے آپ کے لیے بڑے بڑے محلات۔

اور اہلِ علم پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ وارضاہ کی آزادی کی قیمت جو تین سو درخت لگانے تھے ایک ہی دن میں اور چالیس اوقیہ سونے کی شرط پوشیدہ نہیں۔

اب اگر حضور ﷺ کافروں کا یہ مطالبہ اُس وقت پورا کردیتے تو کیا ہوتا۔ کافر کیا کہتے۔

وَلَنْ نُّؤْمِنَ

ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اور جب ایمان نہیں لاتے تو سنت اللہ کیا ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۹)

اور نہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ) نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو پہلوں نے (اور وہ فوراً تباہ کردیے گئے تھے)

اب اگر وہ ایمان نہیں لاتے جیسا کہ وہ خود کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے تو پھر عذاب آتا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا۔

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ (سورہ انفال آیت ۳۳)

اور اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ اُن پر عذاب کرے جب تک، اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔

تیسرا مطالبہ:

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا

یا آپ گرادیں آسمان کو جیسے آپ کا خیال ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے۔

کفار نے تیسرا مطالبہ یہ کیا کہ آپ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرادیجیے۔

عزیزانِ گرامی!

کیا حضرت شعیب علیہ السلام کی اُمت پر آسمان سے ٹکڑا نہیں گرا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۸۷) قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۸۸) فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (سورہ الشعراء، آیت ۱۸۷ تا ۱۸۹)

لو، اب گرادو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر تم راست بازوں میں سے ہو۔ آپ نے فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کررہے ہو سو انھوں نے جھٹلایا شعیب کو تو پکڑ لیا انھیں شامیانے والے دن کے عذاب نے بے شک یہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

کفار کے مطالبے پر آسمان سے ٹکڑا تو گر جاتا مگر کیا یہ ایمان لاتے نہیں۔ خود کہہ رہے ہیں۔

وَلَنْ نُّؤْمِنَ

ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

پھر جب معجزہ دیکھ کر ایمان نہیں لائیں گے تو عذاب آئے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا۔

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ (سورہ انفال آیت ۳۳)

اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی شان کہ عذاب دے انھیں جب تک آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔

خود اللہ العزت ارشاد فرماتا ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (سورہ سبا آیت ۹)

اگر ہم چاہیں تو دھنسا دیں انھیں زمین میں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرادیں۔

اب اگر ٹکڑا گر بھی جائے تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ رب العزت عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ایمان لائیں گے یا

نہیں اسی لئے ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ (۴۴) فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ (سورہ الطور آیت ۴۴، ۴۵)

اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا تو یہ (احمق) کہیں گے یہ تو بادل ہے تہہ در تہہ۔ پس انہیں (یونہی) چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ غش کھا کر گر پڑیں گے۔

چوتھا مطالبہ:

اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا

یا آپ اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔

کفار نے چوتھا مطالبہ یہ کیا کہ اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آؤ ایسا ہی مطالبہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا جیسے قرآن نے یوں بیان فرمایا۔

فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ (سورہ النساء، آیت ۱۵۳)

انہوں نے کہا تھا (اے موسیٰ) دکھاؤ ہمیں اللہ کھلم کھلا تو پکڑ لیا تھا انہیں بجلی کی کڑک نے بسبب ان کے ظلم کے۔

اور دوسری جگہ ان کے مطالبے کو یوں بیان فرمایا۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (سورۂ بقرہ، آیت ۵۵)

اور یاد کرو جب تم نے کہا تھا، اے موسیٰ! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تجھ پر جب تک ہم نہ دیکھ لیں اللہ کو ظاہر پس (اس گستاخی پر) آلیا تم کو بجلی کی کڑک نے اور تم دیکھ رہے تھے۔

جب اس مطالبے کے نتیجے میں بنی اسرائیل کو ایک کڑک نے آلیا تو ان کا انجام اس سے مختلف تو ہوگا نہیں اس لیے ان کا یہ مطالبہ بھی کٹ چکی ہے۔

پانچواں مطالبہ:

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ

یا (تعمیر) ہو جائے آپ کے لیے ایک گھر سونے کا

پانچواں مطالبہ یہ کیا کہ اپنے لیے ہی سہی ایک سونے کا محل بنوالیں۔ کفار سونے کے مکان کو نبوت کا معیار سمجھ رہے تھے ان کے اس مطالبے کے جواب میں فرمایا۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ (۳۳) وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ (۳۴) وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورہ الزخرف آیت ۳۳ تا ۳۵)

اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک اُمت بن جائیں گے تو ہم بنا دیتے ان کے لیے جو انکار کرتے ہیں رحمٰن کا، ان کے مکانوں کے لئے چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے (وہ بھی چاندی کی) اور ان کے گھروں کے دروازے بھی چاندی کے اور وہ تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے وہ بھی چاندی اور سونے کے اور یہ سب (سنہری روپہلی) چیزیں دنیوی زندگی کا سامان ہے اور آخرت (کی عزت و کامیابی) آپ کے رب کے نزدیک پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

سونا یا چاندی، سچائی کا معیار نہیں اگر اللہ تعالیٰ ان کافروں کے سونے چاندی کے مکانات بنا دے تو کیا یہ نبی بن جائیں گے یہ تو نبوت کے لیے کوئی معیار نہیں۔ اور اگر ہم اپنے نبی کے لیے بنا دیں تو تم ایمان نہیں لاؤ گے اور جب تم ایمان نہیں لاؤ گے تو عذاب آئے گا۔ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ عذاب دے جب آپ ان میں موجود ہوں۔

چھٹا مطالبہ:

اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ

یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔

چھٹا مطالبہ یہ کیا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ایک کتاب اتار لائیں ہم پر جسے ہم پڑھیں۔

کفار نے یہ آخری مطالبہ کیا۔ کیا اس کے بعد یہ ایمان لے آتے؟

اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے ارشاد فرمایا۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ (۱۴) لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ.

(سورۃ الحجر آیت ۱۴،۱۵)

اور ہم کھول بھی دیتے ان پر دروازہ آسمان سے اور وہ سارا دن اس میں سے اوپر چڑھتے رہتے پھر بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری تو نظریں بند کردی گئی ہیں بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جن پر جادو کردیا گیا ہے۔

یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کافروں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دے یہ آسمان پر چڑھ جائیں مگر یہ بے ایمان، ایمان نہیں لائیں گے۔ ایک اور جگہ کتاب کے مطالبے پر فرمایا،

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

(سورۃ الانعام، آیت ۷)

اور اگر ہم اتارتے آپ پر کتاب (لکھی ہوئی) کاغذ پر اور وہ چھو بھی لیتے اس کو اپنے ہاتھوں سے تب بھی کافر کہتے نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا (سورہ احزاب آیت ۶۲)

اور آپ سنتِ الٰہی میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہ پائیں گے

قانونِ خداوندی ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آیا تو عذاب سے قبل اس قوم کے پیغمبر کو اس قوم سے نکال لیا اور حضور ﷺ عالمی پیغمبر ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

اور سورۂ اعراف میں فرمایا۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

(سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸)

آپ فرمائیے اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

سورۂ فرقان میں یوں ارشاد فرمایا۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (سورۂ فرقان، آیت ۱)

بڑی (خیر و) برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان (قرآن) اپنے (محبوب) بندے پر تاکہ وہ بن جائے سارے جہان والوں کو (غضب الٰہی سے) ڈرانے والا۔

اب پیغمبر اسلام چونکہ قومی پیغمبر نہیں ہیں بلکہ عالمی پیغمبر ہیں اور آپ ﷺ کو عالم سے نکالا نہ جائے گا اور نہ عذاب آئے گا۔

لہٰذا اللہ کی مشیت میں جن کا ایمان نہ تھا اللہ نے فرمایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہہ کر ٹال دیجیے۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون نہیں اور ایمان نہیں لائے تو عذاب آئے گا۔

اور یہ تو نبی رحمت ہیں ۔۔۔ یہ عالمین کے لئے سراپا محبت، پیار، برکت، رحمت ہیں یہ کیسے چاہتے کہ ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہو۔

x......x......x

آفتابِ قدس نکلا
نور برساتا ہوا

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ☆

نئے سال کا سورج اپنی تازہ روشنیاں لے کر طلوع ہوا۔ اور سابقہ سال کا سورج اپنے دامن میں فوجی آمریت، دہشت گردی، دہشتناکی، سیاسی افراتفری اور مذہبی بے بسی کے اندھیروں کو لے کر غروب ہوگیا۔ آج ہم اس صبحِ نو پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کی روشنیاں آج سے ایک سو (۱۰۰) سال قبل ۱۳۳۰ھ میں بریلی کے مطلع سے پھوٹی تھیں اور آج ۱۴۳۰ھ تک پوری ایک صدی اہل ایمان کے دلوں کو ضیائیں بخشتی رہی ہیں۔ ہماری مراد ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' سے ہے جو سابقہ صدی کے مجدّدِ اعظم، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ اور اللہ کے کلام کی روشنیوں سے ہمارے دل و دماغ کو روشن کیا۔ کنزالایمان قرآن پاک کا اردو میں وہ ترجمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت، اور اس کے محبوب نبی کریم ﷺ کے آداب و کمالات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے سو سال سے اہل ایمان کی راہنمائی کر رہا ہے۔ قرآن کے اردو تراجم اپنی اپنی جگہ ان کے مترجمین کی قابلیت اور اپنی اپنی جگہ وہ اپنی بساط کے مطابق قرآن فہمی کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ مگر جو انداز کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کا ہے وہ ایک منفرد ہے او ۔ ان لغزشوں سے مبرّا ہے جو دوسرے اردو تراجم میں پائی جاتی ہیں۔ ہر ترجمۂ قرآن اپنا اپنا مقام رکھتا ہے۔ مگر کنزالایمان نے جو مقام حاصل کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس ترجمے پر اہل علم و فضل خصوصاً قرآن فہم حضرات نے اپنے تاثرات کا اظہار بھی کیا ہے۔ اور دوسروں کے تراجم کی لغزشوں پر محاکمہ بھی کیا ہے۔ ہم تنقید و توضیح سے ہٹ کر ملک کے ایک ممتاز عالمِ دین ماہرِ رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ کے کنزالایمان پر خوبصورت تاثرات کا ایک پیرا اپنے قارئین کے مطالعے کی نذر کرتے ہیں۔ جسے ہر صاحبِ ذوق پڑھ کر خوش ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

''کنزالایمان ایک آفتاب بن کر طلوع ہوا۔ اور تاریکیاں چھٹتی گئیں...... جب وہ شعاع بن کر دمکا تو آنکھوں کے جالے صاف ہوتے گئے...... جب وہ ابر بن کر برسا تو خس و خاشاک گلزار بن گئے...... جب وہ آبِ رواں بن کر پھیلا تو تشنہ روحیں سیراب ہوتی چلی گئیں...... جب وہ آبشار بن کر گرا تو دلوں کے زنگ دھلتے چلے گئے...... جب وہ پھول بن کر مہکا تو مشامِ جاں معطر کرتی چلی گئی...... جب وہ شبنم بن کر ٹپکا تو دل ٹھنڈے ہوتے گئے...... جب وہ بہار بن کر آیا تو خزاں منہ چھپاتی گئی...... جب وہ طوفان بن کر آیا تو سرکشوں اور غلط بیانوں کے منہ پھر گئے...... جو وہ صبحِ تسبیح خواں بن کر آیا تو مکر و فریب پیچھے ہٹتے گئے...... جب وہ بولنے پر آیا تو جھوٹوں کے منہ سلتے چلے گئے...... جب وہ حسن بن کر نمودار ہوا تو سارے تراجم اپنے صفحات تہہ کرتے گئے۔

خوباں شکستہ رنگ خجل ایستادہ اند
در محفلے کہ توبہ مقابل نشستۂ

جب اس نے رخ سے نقاب اٹھایا تو حسینانِ جہاں منہ چھپاتے گئے...... جب وہ دل کی دھڑکن بن کر رگ و پے میں دوڑا تو مردہ جسموں میں جان آنے لگی...... جب وہ روح بن کر دلوں میں سمایا تو

☆ مدیرِ اعلیٰ، ماہنامہ ''جہانِ رضا''، لاہور۔

چہروں پر نکھار آ گیا...... ہاں ہاں! کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن زندگی کی بہار ہے...... ایمان کی جان ہے...... جانِ جہاں ہے بلکہ جانوں کی بھی جان ہے...... سچائی کا آفتاب ہے قرآنی آیات کا مہتاب ہے......

وہ مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام لے کر آیا ہے۔''

اے حسن و خوبی را نشاں اے شمع جمع عاشقاں
اے تاجِ خوبانِ جہان اے روکش روئے بتاں
سُنبل خجل از موئے تو باغِ جناں در کوئے تو
اے شمش در آغوش تو اے جانِ ما اے جانِ ما

کنزالایمان کے ترجمے سے مستفیض ہونے کے بعد ہمارے ایک صاحب ذوق علم دوست نے امیر خسرو کا شعر پڑھ کر داد دی اور ہمارے دل کو خوش کر دیا:

بسیار خوباں دیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بازارِ یوسف دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہم ماہرِ رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اور اپنے دوست کے تحسینی الفاظ کو پیش کر کے کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کو پڑھ کر یوں محسوس کرتے ہیں کہ:

آج کنزالایمان دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے اور پڑھا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان کے دل و دماغ کو روشنی بخش رہا ہے۔ ایک صدی گزرنے کے باوجود اس کی روشنیاں پھیلتی جا رہی ہیں اور اس کے محاسن کھلتے جا رہے ہیں اس کا حرف حرف قرآن پاک کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے اس کا جملہ جملہ اہل محبت کو دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔ اس کی سطر سطر قرآن کے حقائق سامنے لا رہا ہے ہم علمائے کرام خصوصاً علمائے اہلسنت اور قرآن پاک کے ترجمہ نویسوں سے التماس کریں گے کہ وہ کنزالایمان کو سامنے رکھیں اس کے صفحات کو عوام کے لیے کھول دیں۔ اور بچے بچے کو اس دولت سے حصہ بخشیں۔

آج عوام کو منکرانِ احادیث کی تشریحات میں الجھایا جا رہا ہے۔ آج اہلسنت و جماعت کے کئی سکالرز بھولے پن سے حضور نبی کریم ﷺ کے ''اگلے اور پچھلے گناہوں'' (ذنب) کو معاف کرا کے نبوت کے درجات پر فائز کر رہے ہیں۔ آج اہلسنت کے کئی مقتدر علمائے کرام حضور کی نبوت کو چالیس سال تک ''ولایت'' کی چادر میں ڈھانپنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آج ''مسلکِ رضا'' اور ''فکرِ رضا'' سے بے خبر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اس لیے سنی علمائے کرام کو ''کنج خمولی'' سے نکل کر عوام کی راہنمائی کرنی چاہیے۔ غیر سنی تراجم پر حرف گیری کرنے والے خود شش و پنج کی دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ بدعقیدہ لوگ قرآنِ پاک کو اپنی منشا کے مطابق اپنے ترجموں میں ڈھال رہے ہیں۔ اب اپنے بھی اپنی کم علمی اور تفاخر کے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہی تراجم سامنے لا رہے ہیں۔ جو مخالفینِ رضا لایا کرتے تھے۔ آج وہ اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کو باور کرا رہے ہیں کہ ہمارے متقدمین کو وہ علم نہیں تھا جو ہمیں حاصل ہے۔ آج وہ قرآن کے ''ترجمہ در ترجمہ'' کی خوبصورت جلدوں کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ علمائے کرام سو جائیں تو جہلا ہی علما بن کر قوم کی راہنمائی کرنے لگتے ہیں۔ حُسن والے سو جائیں تو ڈوم اور میراثی ہیرو اور فنکار بن کر سامنے آ جاتے ہیں۔ شیر غاروں میں چھپ جائیں تو لومڑیوں کے غول سارے جنگل میں ''پدرمن سلطان بود'' کا شور مچانے لگتے ہیں۔ اندریں حالات محراب و منبر کے وارثوں کو باہر نکل کر اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے اور کنزالایمان کی روشنیوں میں اپنے قافلے کی راہنمائی کرنی چاہیے۔

اٹھو کہ ظلمتِ شب میں چراغ لے کے چلیں
اٹھو کہ گوشہ نشینوں کو ساتھ لے کے چلیں

×......×......×

تعارف

حضرت عبدالمصطفیٰ شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(شیخ موصوف کے وصال پر ایک خصوصی فیچر)

از: پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت عبدالمصطفیٰ شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی بروز جمعۃ المبارک ۲۷ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۲۰۰۹ء کو اِس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

صدرِ ادارہ جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری، فنانس سیکریٹری حاجی عبداللطیف قادری اور دیگر اراکین دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، جنت الفردوس میں اُن کے درجات بلند کرے، ان کے تمام پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیقِ رفیق بخشے اور اہلِ سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شیخ عارف ضیائی علیہ الرحمۃ قطبِ مدینہ شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ تھے۔ اور جانشینِ قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بیعت کے لیے اپنا وکیل مقرر فرمایا تھا۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کے بانیوں میں آپ کا نام سرِ فہرست ہے۔ مدینہ منورہ میں مسلکِ اہلِ سنت کی نشر واشاعت کی جس کی وجہ سے سعودی حکومت نے انہیں دو تین ماہ کے لیے جیل میں مقید کر دیا اور اس کے بعد ملک بدر بھی کیا۔ جلا وطنی کا عرصہ آپ نے کراچی میں گزارا اور اس دوران بھی ہمیشہ کی طرح یہ دعا کرتے کہ حضور کے قدموں میں موت اور جنت البقیع میں تدفین ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی اِن دونوں دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا (فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا)۔ آپ نے متعدد کُتب تحریر فرمائیں جن میں ''سیدی ضیاء الدین احمد قادری'' (دو جلدیں) سرِفہرست ہے۔

مذکورہ کتاب ۴ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۶ء کو حزب القادریہ، لاہور (اِس کی بنیاد ۱۹۹۴ء میں آپ نے ہی رکھی تھی) نے شائع کیا۔ اس کتاب کے شروع میں حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ نے آپ کا تعارف تحریر فرمایا ہے جسے ادارہ اس جگہ بطور یادگار شائع کر رہا ہے۔

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

انسان پیدا ہوتا ہے پھر بنتا سنورتا ہے۔۔ خالق و مالک پروان چڑھاتا ہے۔۔ جس کو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔۔ اسکو سب دیکھنے لگتے ہیں۔۔ وہ کریم اپنا محبوب بنالیتا ہے۔۔ پھر محبوب رب العالمین ﷺ کا جوارِ مقدس نصیب ہوتا ہے۔۔ یہ نصیب والوں ہی کو نصیب ہوتا ہے۔۔

مژدہ اے دل کہ بہرِ استقبال
رحمتش بے قرار می آید

فقیر کے محب ومخلص اور کرم فرما حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی رحمتوں کے سائے میں جی رہے ہیں۔ بہت خوش قسمت ہیں۔ اکسٹھ سال کی عمر میں زندگی کے بہت سے نشیب وفراز دیکھے۔

وہ ۱۴ شعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۴۶ء بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے وقت لاہور میں ایک آرائیں زمیندار کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام قمر الدین تھا۔ اور نومولود کا نام محمد عارف رکھا گیا۔ حضرت مفتی عبدالعزیز مزنگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخی نام غلام فرید تجویز کیا۔ آپ ہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ عبد الرشید سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ حضرت حافظ عبدالنبی علیہ الرحمۃ رامپوری (تلمیذِ رشید حضرت علامہ شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہ الرحمۃ) سے قرآن کریم پڑھا۔ حافظ محمد اعظم سے خوش نویسی بھی سیکھی۔ اور حضرت علامہ سید محمد علی شاہ (تلمیذِ رشید صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ) سے حدیث شریف کے اسباق پڑھے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد علی خان طالب یزدانی (تلمیذِ خاص حضرت علامہ محمد عالم امرتسری علیہ الرحمۃ) سے کسب فیض کیا۔ اور حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ العزیز (خلیفہ امام احمد رضا محدث بریلوی ومفتی اعظم پاکستان) سے عرصۂ دراز تک علمی اور روحانی فیض حاصل کیا اور دل کی دنیا بدل گئی۔

• حضرت ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمۃ اہل سنت وجماعت کے اکابرین میں تھے۔ فقیر پر بہت ہی مشفق ومہربان تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں جب بھی لاہور جانا ہوتا۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا۔ اپنے پاس بٹھاتے اور چائے سے تواضع فرماتے۔ ۱۹۶۱ء میں جب حضرت والدِ ماجد مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ لاہور تشریف لائے تو حضرت ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمۃ ائرپورٹ پر استقبال کے لیے موجود تھے۔ حضرت سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کا دارالعلوم حزب الاحناف پاک وہند میں اہل سنت وجماعت کا مرکز و مرجع تھا۔ محبی مخلصی شیخ محمد عارف ضیائی نے آپ ہی کی خدمت اقدس میں برسوں گزارے۔ تصلب فی الدین آپ ہی کی توجہات عالیہ کا فیض ہے۔ حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ مذاہب باطلہ اور بے دینوں کا ہمیشہ رد فرماتے رہتے تھے۔ آپ ہی حضرت شیخ محمد عارف قادری زید لطفہٗ کے حقیقی مربی اور ملجا وماوا ہیں۔ آپ ہی کی وساطت اور تعارفی خط کے ذریعے حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی صغرسنی میں قطب مدینہ حضرت مفتی ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں مدینۂ منورہ حاضر ہوکر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے اور بعد میں خلافت اور اجازت سے بھی نوازے گئے۔

الحمد للہ شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی کو ہر سال حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل رہی۔ وہ رمضان میں حاضر ہوتے اور صفر میں واپس آتے، کبھی کبھی مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے خشکی کے راستہ بھی حاضر ہوتے۔ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۰ء میں مستقل قیام کے ارادے سے حاضر ہوئے لیکن حضرت شیخ فضل الرحمٰن علیہ الرحمۃ کے حکم سے واپس ہوئے۔ پھر ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں اسی ارادے سے حاضری ہوئی لیکن اس مرتبہ بھی قطب مدینہ حضرت مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کے حکم سے واپسی ہوئی۔ پھر ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں اقامہ حاصل ہوا اور مدینہ منورہ میں قیام کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں واپس ہوئے اور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں پھر حاضری ہوئی۔ عرصۂ دراز

• کے بعد ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء میں کراچی آنا ہوا، کراچی کے احباب مستفیض ہوئے۔ چند ماہ قیام کے بعد مدینۂ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینۂ منورہ میں حاضری اور قیام بڑی سعادت کی بات ہے۔ حبیب کریم ﷺ کا قرب اور معیت بڑے فخر کی بات ہے۔ ہاں۔

کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

علم کی فضیلت اپنی جگہ، مگر صحبت کی بات ہی کچھ اور ہے۔ حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی علما و عرفا کے فیض سے مستفید و مستفیض ہوئے اور صحبت کی دولت سے مالا مال، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔ ۱۹۹۱ء میں جب فقیر حجِ بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے حاضر ہوا تو مدینۂ منورہ میں محبی شیخ محمد عارف قادری ضیائی نے بہ اصرار اپنے ہاں قیام کرایا۔ اور وہ خدمت کی جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں۔ پھر دو تین بار دوبارہ بھی ان کے دولت کدے پر قیام رہا اور صحبت کا لطف اُٹھایا۔ ۱۹۹۱ء میں پہلی بار مخلصی شیخ محمد عارف قادری ضیائی کی معیت میں حضرت مفتی ضیاء الدین احمد قادری مدنی قدس سرہ العزیز کے خلفِ اکبر اور جانشین شیخ فضل الرحمٰن قادری صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ حاضری سے قبل حضرت شیخ علیہ الرحمۃ دعوت دینے کے لیے از راہِ شفقت و کرم خود تشریف لائے۔ جب حاضر ہوا تو حضرت کی مسرت کا عالم نہ پوچھیے۔ کئی بار حاضری ہوئی، حاضری سے قبل حضرت شیخ علیہ الرحمۃ دعوت دینے کے لیے از راہِ شفقت و کرم خود تشریف لائے۔ جب حاضر ہوا تو حضرت کی مسرت کا عالم نہ پوچھیے۔ کئی بار حاضری ہوئی، جس کی تفصیلات اپنی کتاب ''یادوں کے دریچے'' میں دے دی ہیں۔ آخری بار حاضری ہوئی تو حضرت علیل تھے، اور تنہا تشریف فرما تھے۔ جب فقیر نے الوداعی مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ آپ کو فقیر کی وجہ سے تکلیف ہوئی، زور دیکر فرمایا۔

''نہیں نہیں آپ کا آنا ہمارے لیے باعثِ فخر ہے''

اللہ اکبر! کیسا کرم فرمایا، حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی کے ہمراہ حضرت شیخ سید محمد علوی مالکی کی خدمت میں بھی مدینۂ منورہ میں حاضری ہوئی۔ محبی جناب فخر الدین اویسی بھی فقیر کے ساتھ تھے۔ حضرت شیخ سید محمد علوی مالکی نے بڑا کرم فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے کنوفہ کھلایا، خرقۂ لباس پہنایا، اور بہت سی تصانیف عنایت فرمائیں۔ حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی کی صحبت کی برکتوں سے حضرت شیخ فضل الرحمٰن قادری علیہ الرحمۃ اور شیخ سید محمد علوی مالکی علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل ہوگئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

شیخ محمد عارف قادری ضیائی عاشقِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم ہیں۔ انہوں نے عشق و محبت کی منزلوں میں بڑی سختیاں جھیلی ہیں، ہمت نہیں ہاری، کامیاب و کامران لوٹے۔

اے دل بہ ہوس بر سرِ کارے نہ رسی
تا غم نہ خوری بہ غم گسارے نہ رسی
تا سودہ نہ گردی چو حنا در تہہِ سنگ
ہر گز بکفِ پائے گارے نہ رسی

جنت البقیع میں تدفین ان کے دل کی آرزو ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی یہ آرزو پوری فرمائے۔ وہ عشقِ رسول (ﷺ) کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است
رفتم بپائے خود بہ کویت رسیدہ است
دردِ عشق اے میہمانِ جانِ من
باش وجہِ رونقِ ایں خانہ باش

شیخ محمد عارف قادری ضیائی زید عنایۃ کو بلند نسبتوں نے اور بلند کردیا۔

گرچہ خردیم نسبتے است بزرگ
ذرۂ آفتابِ تابانیم-----

حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی کو قطبِ مدینہ حضرت مفتی ضیاء الدین احمد قادری اور ان کے خلف اکبر اور جانشین حضرت شیخ

فضل الرحمٰن قادری قدس سرہم العزیز سے اجازت و خلافت ہے۔
(حضرت علامہ فضل الرحمٰن نے حضرت شیخ محمد عارف قادری کو اپنا وکیل بھی مقرر فرمایا تھا۔)

مندرجہ ذیلِ مشائخ کرام سے بھی اجازت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔

۱...... حضرت مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ العزیز

۲...... مجاہدِ ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(آپ نے حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی کو اپنا وکیل بھی مقرر فرمایا تھا۔)

۳...... حضرت علامہ غلام قادر اشرفی ضیائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴...... حضرت مفتی تقدس علی خاں قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵...... حضرت علامہ شیخ عبدالکریم علیہ الرحمۃ، مدرس حضرہ قادریہ بغداد شریف

۶...... حضرت پیر سید محمد حسین قادری نوری مدظلہ العالی

۷...... حضرت شیخ مصطفیٰ عبدالکریم کاکا علیہ الرحمۃ۔ عراق

(آپ نے حضرت محمد عارف قادری کو اپنا وکیل بھی مقرر کیا)

۸...... حضرت شیخ سید احمد یمانی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۹...... حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۰...... حضرت علامہ ریحان رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۱...... زبدۃ الحکماء حکیم محمد عظیم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۲...... حضرت پیر سید نواب شاہ قادری مدظلہ

۱۳...... فقیر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی عفی عنہ

مندرجہ بالا مشائخِ کرام کے علاوہ جن حضراتِ عالیہ کی صحبتِ بابرکت کی سعادت نصیب رہی اور جن سے علمی و روحانی استفادہ کرتے رہے ان کی تفصیل یہ ہے:

۱...... نقیب الاشرف حضرت سید یوسف گیلانی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد شریف

۲...... حضرت سیدی کامل مہدی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳...... حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ جیلانی قادری نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴...... شیخ الدلائل علامہ ملک یوسف ہاشمی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵...... محدث کبیر علامہ سید علوی مالکی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۶...... قطب مکہ سید امین کتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۷...... عاشق النبی علامہ سیدی نور سیف مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۸...... قطب جدہ سید عبدالقادر سقاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۹...... شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۰...... حضرت پروفیسر علامہ سید شریف حسین شاکر پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۱...... مناظرِ اعظم مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۲...... شیخ القراء شیخ حسن شاعر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳...... حافظ الملت علامہ عبدالعزیز مبارکپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۴...... بلبلِ مدینہ محمد عبدالرحمٰن نجار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۵...... مداح النبی سید حسین ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۶...... شیخ محمد علاؤ الدین بکری مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

جن علمائے کرام اور مشائخِ عظام سے قریبی تعلقات رہے ان کی تفصیل یہ ہے:

۱...... مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲...... مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳...... مفتی اعجاز ولی خان رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴...... علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵...... علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۶...... پیر سید حیدر حسین شاہ علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۷...... مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۸...... پیر سید محمد حسن گیلانی قادری نوری

۹...... علامہ غلام رسول سعیدی

۱۰...... علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۱...... مفتی جمیل احمد نعیمی

۱۲...... حافظ خیر محمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳...... شیخ عبدالہادی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۴...... سید علی یمانی (بواب وجاروب کش حرم نبوی شریف)

۱۵...... جناب عبدالمجید خاں قادری (موذن حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

۱۶...... سید علی عنبوسہ (موذن حرم النبوی شریف)

۱۷...... سید یوسف عنبوسہ (موذن حرم النبوی شریف)

۱۸...... علامہ اقبال احمد فاروقی مکتبۂ نبویہ لاہور

۱۹...... حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۰...... مستری نور محمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۱...... حاجی لال دین مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۲...... حکیم سلطان بخش مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۳...... حکیم امجد حسین حیدر آبادی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۴...... شیخ محمد علی حلبی مدنی (استاد حرم النبوی شریف)

۲۵...... مولانا عبدالوہاب اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۶...... میاں محمد قادری (سجادہ نشین سید نا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

۲۷...... پیر رؤف احمد نوشاہی خلیفۂ مجاز سید محمد معصوم قادری گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۸...... سید محمد انور شاہ بغدادی

حضرت شیخ محمد عارف ضیائی قادری نے علمائے کرام، مشائخ عظام کے فیض وصحبت کے علاوہ طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ علم دو ہیں علم الادیان اور علم الابدان۔ طب میں شیخ محمد عارف ضیائی قادری کے مندرجہ ذیل اساتذہ تھے:

۱...... حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲...... حکیم محمد عظیم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳...... ڈاکٹر اختر حسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴...... حکیم شمس الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

چھوٹی عمر میں دلائل الخیرات شریف حفظ کی، بڑی عمر میں نصف قرآن کریم حفظ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے فضل وکرم کے سائے میں رکھے۔

حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی زید مجدہٗ نے جو ایک یادگار اور تاریخ ساز کام کیا، وہ یہ کہ ۱۹۶۸ء میں حکیم موسیٰ امرتسری کے مشورے سے مرکزی مجلسِ رضا کی بنیاد رکھی۔ اور اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ مرکزی مجلسِ رضا کا پہلا دفتر آپ ہی کے دولت کدے (روشن اسٹریٹ ۲، نیا مزنگ، لاہور) میں قائم کیا گیا۔ ۱۹۶۸ء تک فقیر کا شیخ محمد عارف قادری ضیائی سے تعارف نہ تھا۔ نہ فقیر ان کے نام سے واقف تھا۔ اس زمانے میں فقیر گورنمنٹ ڈگری کالج، کوئٹہ میں پروفیسر تھا۔ حضرت شیخ محمد عارف ضیائی قادری نے علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمۃ کے ایما پر فقیر کے نام پہلا مکتوب ارسال فرمایا۔ جس میں امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تھی۔ علامہ موصوف حضرت والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے۔ اور اہل سنت و جماعت کے مشہور ومعروف قلم کار تھے، بعد میں موصوف نے فقیر سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ بہر حال شیخ محمد عارف قادری ضیائی اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کی تحریک پر فقیر نے پہلا تحقیقی مقالہ ''فاضل بریلوی اور

ترکِ موالات'' ۱۹۷۰ء میں قلمبند کیا۔ جس کو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کیا۔ بعد میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے فقیر کو ضروری مواد فراہم کیا، اور رضویات پر فقیر کی نگارشات کو عالمگیر بنایا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ پر کام کرتے ہوئے آج ۳۵ سال ہوگئے۔ الحمد للہ! پوری دنیا میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا چرچا ہے۔ جنہوں نے توحید کا پرچار کیا، جنھوں نے سنت کا احیاء کیا، جنھوں نے بدعتوں کا استیصال کیا، جنھوں نے کفر وشرک کی یلغار کے خلاف اسلام کا علم بلند کیا، عالمِ اسلام خصوصاً دنیائے عرب میں انہیں تسلیم کیا گیا۔ اللہ اکبر! حضرت شیخ محمد عارف ضیائی قادری کی تحریک نے وہ کام کیا جو صدیوں ہونا مشکل تھا۔ ہم خادموں اور کارکنوں کو بھول جاتے ہیں، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر کام کے حوالے سے کوئی شیخ محمد عارف قادری ضیائی کا ذکر نہیں کرتا، سب نے اُن کو بھلادیا مگر اللہ نے اپنے محبوب کے قدموں میں جگہ دی۔ سبحان اللہ۔

روئے منیش صبحِ تجلی
لوحِ جبینش ماہِ تمامے

الحمد للہ شیخ محمد عارف قادری ضیائی کو ۹ برس حرم نبوی شریف کی جاروب کشی کی سعادت نصیب ہوئی اور تین برس حضرت مستری نور محمد مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کی وساطت سے اور آپ ہی کے ساتھ رات کو مسجد نبوی شریف میں مزدوری کی عزت نصیب ہوئی۔ مدینۂ منورہ حاضری کی برکت سے متعدد بار نجفِ اشرف، کربلائے معلیٰ، بارگاہِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ، دربار سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ، مشہدِ مقدس اور دیگر مقاماتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

ذریعۂ معاش کے لیے شیخ محمد عارف قادری ضیائی نے تجارت شروع کی، زراعت کا پیشہ بھی اختیار کیا، مویشیوں کی تجارت بھی کی، اب علمِ طب سے مخلوق کی خدمت میں مصروف ہیں۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی زوجہ سے چار بیٹیاں ہوئیں۔ آمنہ، فریدہ، آسیہ اور مدیحہ۔ فریدہ بچپن میں انتقال کرگئیں۔ دوسری زوجہ سے دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہوئے۔ محمد احمد، زینب، حبیب الرحمٰن، عائشہ اور عبدالقادر۔ محمد احمد بچپن میں انتقال کرگئے۔ مولائے کریم شیخ محمد عارف ضیائی مدنی کی اولاد کو دونوں جہان میں سرفراز فرمائے اور محبوب کریم ﷺ کے قدموں سے لگائے رکھے۔ آمین۔

شیخ محمد عارف قادری ضیائی کا حلقۂ احباب کافی وسیع ہے، احباب میں پاکستانی اور مدنی کے علاوہ مندرجہ ذیل ممالک میں بھی بکثرت احباب ہیں۔ ہند، افغانستان، عراق، امارات، امریکہ، برطانیہ، بنگلہ دیش، سوئیزرلینڈ وغیرہ۔

شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی نے ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء میں لاہور میں حزب القادریہ کی بنیاد رکھی، جس کے عمید عبدالعزیز خاں قادری ضیائی مقرر ہوئے۔ اس ادارے نے متعدد عربی اور انگریزی کتابیں شائع کیں جو مختلف ممالک میں پہنچ چکی ہیں اور یہ کتاب ''سیدی ضیاء الدین احمد قادری'' جو حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی زید لطفہٗ کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ ہے، حزب القادریہ ہی کی وساطت سے طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔ اور اس کی برکت سے تمام دین ودنیا کی مشکلات آسان فرمائے اور اپنے محبوب بندوں میں شمار فرمائے اور اپنا بنالے۔

آمین ثم آمین! بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۱/جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ

۱۹/جولائی ۲۰۰۵ء

(کراچی، پاکستان)

x……x……x

کنزالایمان کی ضیاباریاں

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ "جہانِ رضا"، لاہور

صدر جلسہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، علمائے ذیشان، مہمانانِ خصوصی اور حاضریِ مجلس! آج "کنزالایمان ترجمہ القرآن" کی صد سالہ تقریب میں حاضری نے مجھے بے حد مسرور کیا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اراکین نے اتنی عظیم الشان تقریب کا اہتمام کرکے کنزالایمان کی صد سالہ ضیاء باریوں کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کا اہتمام کیا ہے اور ایسے اہل علم وفضل کو خصوصی دعوت دی ہے جو کنزالایمان پر اپنے عالمانہ انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

حضرات گرامی! اس مختصر سے وقت میں، میں "کنزالایمان" کے علمی وروحانی محاسن کو پیش نہیں کرسکوں گا کیونکہ

ہزار نقطۂ باریک تر زمو ایں جاست

یہ کام اپنے فاضل محقق ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کریں گے یہ کام پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب کریں گے یہ کام امریکہ سے آئے ہوئے عبد المجید اولکھ جیسے سکالرز کریں گے۔ یہ کام علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کریں گے۔ میں تو اس مختصر وقت میں کنزالایمان کی ضیاء باریوں پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں اور اس بہانے آپ حضرات کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔

آج سے ایک صدی قبل ۱۳۳۰ھ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہلسنت، الشاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمۂ قرآن کو مکمل کیا تھا جس کی تسوید و ترتیب کا شرف صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی "صاحبِ بہارِ شریعت" کے قلم کو ملا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کی زندگی کے آخری سالوں میں اس ترجمے کو اعلیٰ حضرت کی زیرِ نگرانی ایک مسودے کی حیثیت سے مکمل کیا اور بار بار اعلیٰ حضرت کو سنایا۔

کنزالایمان کا سب سے پہلا ایڈیشن خالی ترجمے کے ساتھ چھپا بعد میں صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگرانی میں مراد آباد سے دوسرا ایڈیشن زیورِ طباعت سے مزین کیا اور یہ ایڈیشن "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کے حواشی کے ساتھ چھپا۔ پاکستان میں سب سے پہلے حضرت مولانا محمد عمر نعیمی (جو مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد تھے) نے مکتبۂ رضویہ کراچی سے جہازی سائز (بڑی تقطیع) میں شائع کیا۔ یہ ایک بے مثال ترجمۂ قرآن تھا جسے پاکستان کے اہل علم نے بے حد پسند کیا اور اُردو کے دیگر تراجم سے موازنہ کرنے کے بعد اسے عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ ترجمہ واقعی بے مثال تھا اور اس کی اہمیت کو اہل علم نے تسلیم کیا۔

۱۹۶۶ء میں لاہور میں سب سے پہلے مقبولِ عام پریس نے چوب قلم پر کنزالایمان کا بڑا ایڈیشن شائع کیا۔ اس

طرح کنزالایمان مع خزائن العرفان کی روشنیاں پہلی بار لاہور سے نکل کر سارے پنجاب کو روشن کرتی گئیں۔ یہی ترجمہ انہیں دنوں بڑے سائز پر مکتبۂ نبویہ، لاہور نے شائع کرکے ایک ہزار جلدیں مفت تقسیم کیں اس زمانے میں قرآن کے کئی اُردو تراجم شائع ہو رہے تھے۔ تاج کمپنی معیاری قرآن شائع کرنے میں تمام ملکی ناشرین میں صفِ اول میں تھی۔ اس کے مطبوعہ قرآنِ پاک عوام میں بڑے مقبول تھے مگر تاج کمپنی اکثر دیوبندیوں، وہابیوں اور نیچریوں کے تراجم شائع کرتی تھی۔

علمائے اہل سنت کی خواہش تھی کہ تاج کمپنی "کنزالایمان" کو بھی اعلیٰ انداز میں شائع کرے مگر اُس کے مالکان بد عقیدہ مولویوں کے ڈر سے شائع کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ علمائے اہل سنت کے زبردست دباؤ کے پیشِ نظر آخر تاج کمپنی نے کنزالایمان کا پہلا ایڈیشن شائع کیا جس کا نام کنزالایمان کی بجائے عظیم الشان ترجمۂ قرآن رکھا گیا۔ تاج کمپنی نے کنزالایمان شائع کیا، تو سارے پاکستان میں دھوم مچ گئی اور اُس کا پہلا ایڈیشن دو ماہ کے اندر اندر ختم ہوگیا۔ اب تاج کمپنی نے دوسرا ایڈیشن پانچ ہزار کی تعداد میں چھاپا تو چھ ماہ کے اندر ساری جلدیں ختم ہوگئیں یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی یا سنیوں کا جذبۂ ایمان کہ کنزالایمان کے کئی کئی ایڈیشن چھپتے گئے اور لوگ اُنہیں خریدتے گئے۔

تاج کمپنی نے ۱۹۷۵ء میں کنزالایمان کے مختلف سائز، مختلف انداز، مختلف کاغذوں میں شائع کرنے شروع کئے اس کے باوجود لوگوں کی تشنہ کامی میں فرق نہ آیا اور ڈیمانڈ میں اضافہ ہوتا گیا اب تاج کمپنی کے علاوہ کئی ناشرانِ قرآن میدان میں نکلے اور کنزالایمان کے کئی ایڈیشن چھپنے لگے۔

کنزالایمان ایک چشمۂ فیض کی طرح جاری ہوا اور اہل ایمان کے دل و دماغ کو سیراب کرتا گیا۔ کراچی کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں کنزالایمان چھپنے لگا پاکستان اور ہندوستان کے ناشرانِ قرآن نے لاتعداد جلدیں شائع کیں اور اُنہیں تقسیم کیا۔

مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے گجرات سے کنزالایمان شائع کیا پھر پیر بھائی کمپنی بنگلہ دیش اور لاہور سے کنزالایمان مع حاشیہ نور العرفان شائع کیا گیا۔ لاہور میں ناشرانِ کتب آگے بڑھے۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، قدرت اللہ کمپنی، پیر بھائی کمپنی، اویس کمپنی لاہور نے کئی کئی ایڈیشن شائع کیے۔ کنزالایمان کی ضیا باریاں یہاں تک پھیلیں کہ قرآنِ پاک کی کئی تفاسیر بھی ترجمۂ کنزالایمان سے مزین ہوکر چھپنے لگی۔ تفسیر نبوی پندرہ جلدوں میں کنزالایمان کے ترجمے کے ساتھ چھپی۔ ملا جیون کی "تفسراتِ احمدیہ" کنزالایمان کے ساتھ چھپنے لگی۔ لاہور سے قرآن کمپنی نے تفسیر عباسی کے ساتھ کنزالایمان شائع کرنا شروع کیا۔ مولانا حشمت اللہ قادری رضوی نے بمبئی سے کنزالایمان اپنے حواشی کے ساتھ ساتھ شائع کرنا شروع کیا۔ کنزالایمان کی ڈیمانڈ یا روشنیاں یہاں تک پھیلیں کہ بعض غیر مسلم ناشرینِ کتب بھی کنزالایمان شائع کرنے لگے۔ ہندوستان میں ایک سکھ ناشر نے کنزالایمان کی پچاس ہزار جلدیں شائع کیں۔

"کنزالایمان" کی ضیا باریوں کی یہ بات بھی سامنے آئی کہ اب یہ ترجمہ مختلف زبانوں میں چھپنے لگا مولانا غلام رسول علی دین نے ڈچ زبان میں ہالینڈ سے کنزالایمان شائع کیا، بریڈ فورڈ برطانیہ سے ڈاکٹر حنیف فاطمی نے کنزالایمان کا انگریزی ترجمہ شائع کردیا جو بعد میں لاہور سے بھی چھپتا رہا۔

پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب کا انگریزی ترجمہ کراچی سے چھپا پھر ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ نے کئی ایڈیشن شائع کیے لاہور سے جناب عبد المجید اولکھ نے انگریزی میں کنزالایمان کا ترجمہ کیا۔ اور اس کے کئی ایڈیشن اویس اینڈ کمپنی لاہور نے شائع کیے۔ حضرت مولانا محمد رحیم الدین صاحب سکندری نے کنزالایمان کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا جسے پیر جو گوٹھ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ مولانا پیر محمد چشتی نے پشاور سے چترالی زبان میں ترجمہ کیا بنگلہ دیش کے ایک عالم دین مولانا عبد المنان قادری صاحب نے بنگالی زبان میں بھی ترجمہ کر کے شائع کیا۔

"کنزالایمان" کی ضیاباریوں کا اندازہ لگانا کتنا خوش کن ہے کہ صرف لاہور میں ایک سال کے اندر کنزالایمان کی چار لاکھ جلدیں شائع ہو کر عوام تک پہنچتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ سنی مطالعہ نہیں کرتے ان پڑھ ہیں۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اسے پڑھنے والے خدا معلوم کہاں سے آجاتے ہیں اور کس دیس میں لے جا کر اسے پڑھتے ہیں۔ "کنزالایمان" کی اشاعت نے سارے عالم اسلام میں دھوم مچادی اور مسلمانوں کے دل و دماغ کنزالایمان کی روشنیوں سے منور ہونے لگے ادھر بد عقیدہ مولویوں نے کنزالایمان کی اہمیت اور اشاعت سے جل کر حکومت سعودیہ کو مجبور کیا کہ وہ سعودی عرب میں "کنزالایمان" کا داخلہ بند کر دے اس کے باوجود آج سعودیہ میں ہر سنی کے پاس کنزالایمان موجود ہے اور وہ اسے غور سے پڑھتا ہے۔

اب کئی سنی دانشور آگے بڑھے اور کنزالایمان کے محاسن، امتیازات، انفرادیت اور کمالات پر کتابیں لکھنا شروع کیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے جنرل سیکریٹری جناب مجید اللہ قادری نے ۱۹۹۹ء میں "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" پر ڈاکٹریٹ کی اور اُسے شائع کیا۔ اوکاڑہ سے ایک سکالر نے "ایک قرآن اور دو ترجمے" ایک کتاب کی شکل میں شائع کی۔ علامہ اختر شاہ جہانپوری نے لاہور سے "تسہیل کنزالایمان" شائع کیا اُس کے بعد مرکزی مجلس رضا، لاہور، کے فورم سے "محاسن کنزالایمان"، "ضیائے کنزالایمان"، "تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان" جیسی کتابیں شائع ہونے لگیں۔ سکھر سے "غلط ترجموں کی نشاندہی" پچاس ہزار کی تعداد میں چھپ کر ملک میں پھیلی۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور، نے کنزالایمان کے محاسن پر دس ہزار کتابیں شائع کیں۔ ہندوستان کے رضوی سکالرز آگے بڑھے اور "کنزالایمان" کی امتیازی خصوصیات پر کئی کتابیں لکھیں۔ آج ملک بھر میں چھپنے والی وظائف کی ہزاروں کتابیں، پنج سورے، سورۂ یٰسین ترجمہ کنزالایمان سے مزین ہونے لگے ہیں۔ "کنزالایمان" کی ضیاباریوں کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ لاہور کے ایک ناشر نے پانچ ہزار جلدیں چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا کنزالایمان کی یہ جلدیں سارے پاکستان کی جیلوں میں مفت تقسیم ہونے لگیں اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ جیل کا ہر قیدی یا جیل کا ہر ملازم اگر کنزالایمان کا ترجمہ پڑھنا چاہے تو اُسے مفت دیا جائے گا۔

کنزالایمان کے انوار و برکات کا یہ عالم ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں "کنزالایمان" کے نام پر رسالے، میگزین چھپ رہے ہیں، مدارس، مساجد، کنزالایمان کے نام پر تعمیر ہو رہی ہیں، لائبریریاں، سوسائٹیاں، ادارے، مسجدوں کے محراب و منبر، خانقاہوں کے گنبد، ہسپتال، ڈسپنسریاں، رفاعی ادارے، تجارتی ادارے، کنزالایمان کے

نام سے قائم ہو رہے ہیں۔ یہ کنز الایمان کی ہر دلعزیزی اور پذیرائی کی دلیل ہے کہ

؎ جس طرف نگاہ اُٹھی تفسیر تیری اُبھری!

آج سو سال گزرنے کے بعد دنیا کے گوشے گوشے میں کنز الایمان کے صد سالہ جشن منائے جا رہے ہیں، کانفرنسیں ہو رہی ہیں کراچی کی اس عظیم الشان تقریب کے علاوہ لاہور، اسلام آباد، ملتان اور دوسرے شہروں میں کنز الایمان کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں امریکہ، کینیڈا، انڈیا، بنگلہ دیش، سری لنکا، جنوبی افریقہ حتیٰ کہ مقبوضہ کشمیر میں سنی کنز الایمان پر صد سالہ کانفرنسیں کر رہے ہیں۔

آج میں نے شکریہ ادا کرنا ہے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر گرامیٔ قدر کا، اُن کے اراکین کا، اُن کے معاونین کا اور اس تقریب کے حاضرین کا ہے جنہوں نے میری خدمات کو قدر کی نگاہ سے نوازا اور مجھے عزت بخشی اور آج اس جلسے میں گولڈن تمغہ سے اعزاز بخشا۔ میں سابقہ بیس سال سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ کے افکار کو اپنی بے سروسامانی کے باوجود پھیلا رہا ہوں۔ میرا رسالہ جہانِ رضا دنیا کے گوشے گوشے میں پیغام رضا لے کر ہر مہینے جاتا ہے اور مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ کراچی کے علاوہ مجھے بمبئی، دہلی، علی گڑھ، امریکہ اور برطانیہ کے سنیوں نے دعوتیں دیں ہیں کہ میں اُن کے درمیان کھڑے ہو کر امام احمد رضا کا ذکر کروں۔ آج دنیا مسلک رضا سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے۔ بعض علمائے اہلسنت بھی اعتقادی لغزشیں کر رہے ہیں، اپنی تحریروں اور تقریروں میں وہ باتیں کہہ رہے ہیں جو کچھ بد عقیدہ مولوی کہا کرتے تھے میں اس باوقار مجلس کے فورم سے علمائے اہلسنت سے گزارش کروں گا کہ وہ آگے آئیں۔ مسلکِ رضا کو فروغ دیں۔ افکارِ رضا کو پھیلائیں اور عوام کی اعتقادی راہنمائی فرمائیں۔ آج سنی علمائے کرام میں جو انتشار اور افتراق پایا جا رہا ہے وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مسلک اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے دُوری کا نتیجہ ہے۔ آج ہر شخص معمولی سوجھ بوجھ کے ساتھ قرآنِ پاک کا ترجمہ کرنے لگا ہے۔ ایسے نو آموز مترجم، مفسر قرآن بن کر قرآن کے مطالب کو بگاڑنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ کوئی حضور نبی کریم ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخشوا کر راہنمائی فرما رہا ہے، کوئی حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کو چالیس سال کے بعد بتا رہا ہے اور کوئی مسلکِ رضا کی اہمیت کو گرا کر آج پاک و ہند کی سنی دنیا میں درجنوں شیخ الاسلام، مجددِ دین و ملت، شیخ القرآن، شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر بن کر سامنے آ رہے ہیں۔ یہ تمام تاویلی اور ذہنی حضرات قوم کی راہنمائی فرمانے نکل آئے ہیں اور طرح طرح کی بولیاں بول کر عوام اہلسنت کا دل بہلا رہے ہیں۔ یہ سارے فتنے "فکرِ رضا" سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالتِ زار پر رحم فرمائے۔

اہم اعلان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" کے صد سالہ جشن پر سالنامہ "معارفِ رضا" ۲۰۰۹ء کا شائع ہونے والا خصوصی شمارہ "کنز الایمان نمبر" کا اب آپ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی سائٹ پر بھی آن۔لائن مطالعہ کر سکتے ہیں۔

www.imamahmadraza.net

کنزالایمان اور عرفان القرآن

ایک علمی و تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنی انتہائی علمی و قلمی مصروفیات کے باوجود چند احباب بالخصوص مولانا حکیم امجد علی اعظمی [المتوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸] صاحب ''بہار شریعت'' کے اصرار پر قرآن کریم کا اردو ترجمہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں املا کروا کر مکمل فرمایا۔

راقم کو امام احمد رضا کے املا کردہ ترجمے کا عکس ۱۹۸۸ء میں مفتی عبدالمنان کلیمی، شیخ الحدیث، جامعہ اکرام العلوم نعیمیہ مراد آباد، کے توسط سے حاصل ہوا۔ اصل مسودہ مفتی صاحب کے کسی عزیز کے پاس کانپور میں موجود ہے۔ اصل مسودے کے چند ابتدائی اور چند درمیان کے اوراق موجود نہیں کیونکہ مسودے کی حالت بہت بوسیدہ تھی۔ اصل مخطوطہ ۳۲۵ بڑے صفحات پر مشتمل ہے جس پر صرف ترجمہ لکھا ہوا ہے۔ یہ تحریر مولانا حکیم امجد علی اعظمی صاحب کی ہے جنہوں نے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کا املا لکھا تھا۔ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے جگہ جگہ تاریخ بھی رقم کردی ہے۔

سب سے پہلی تاریخ صفحہ ۳۱ پر اس طرح لکھی ہے

''شب بست ونہم قبل عشا باختام جمادالاول''

اسی طرح کئی صفحات پر جگہ جگہ تاریخ مذکور ہے۔ تمام تاریخوں میں وقت شب ہی لکھا گیا ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کام مغرب اور عشا کے درمیان وقت میں کیا جاتا تھا۔ بعض جگہ تاریخ ترتیب کے ساتھ بھی لکھی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمۂ قرآن کا یہ کام تسلسل کے ساتھ روزانہ بھی تھوڑا تھوڑا کیا جاتا رہا۔ مسودے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی نشست؟ میں آدھے پارے سے بھی زیادہ کا ترجمہ املا کرادیا گیا۔ مسودے کے آخری صفحے پر سورۃ الناس کے ترجمے کے بعد مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے اپنا نام لکھ کر دستخط کیے ہیں:

''شب ۲۸ جمادی الاخر ۱۳۳۰ھ کتابت فقیر ابوالعلا امجد علی اعظمی غفرلہ''

کنزالایمان کے اس مسودے کی اول تاریخ معلوم نہ ہوسکی کیونکہ ابتدائی چند صفحات کا عکس حاصل نہ ہوسکا مگر بقیہ تاریخوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کام وقفے وقفے سے برابر جاری رہا۔ اگرچہ بعض دفعہ یہ ترجمے کا کام ہفتوں نہ ہوسکا مگر لگ بھگ ۱۳ ماہ کی جدوجہد کے بعد چند نشستوں میں یہ کام مکمل کرلیا گیا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے ترجمۂ قرآن سے قبل اور کئی معروف مترجمین کے تراجم شائع ہورہے تھے مثلاً شاہ رفیع الدین دہلوی [المتوفی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء] کا ترجمۂ قرآن جو انھوں نے ۱۲۰۰ھ میں مکمل کیا تھا اور غالباً ۱۲۰۴ھ میں پہلی بار اسلام پریس کلکتہ سے شائع ہوا تھا جب کہ ان کے بھائی شاہ عبدالقادر دہلوی [المتوفی ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۴ء] کا ترجمۂ قرآن جو انھوں نے ۱۲۰۵ھ میں مکمل کیا تھا اور ۱۸۳۸ء میں موضح القرآن کے نام سے مطبع احمدی سے شائع ہوا تھا۔ یہ دونوں تراجم ان معنی میں اولیت رکھتے ہیں کہ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ لفظی ہے جبکہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ بامحاورہ ہے اور ان سے قبل کوئی اور اردو ترجمۂ قرآن مکمل شائع نہیں ہوا تھا یہ دونوں تراجم تسلسل کے ساتھ شائع ہوتے رہے اگرچہ بعض اشاعتی اداروں نے

ان تراجم میں ترمیم و اضافہ بھی کیا مگر سلسلۂ اشاعت جاری رہا اور آج بھی جاری ہے۔

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے ترجمۂ قرآن سے قبل اور شاہ برادرز کے ترجمۂ قرآن کے بعد اردو زبان میں متعدد تراجم کیے گئے جن میں سے بیشتر کم از کم ایک مرتبہ شائع بھی ہوئے۔ ان میں سے چند معروف مترجمین میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں:

۱۔ پانچ مترجمین کا اردو ترجمۂ قرآن جس کی نگرانی ڈاکٹر گل کرائسٹ کر رہے تھے جو فورٹ ولیم کالج میں اہم ذمّے داری پر فائز تھے ان پانچ مترجمین نے ۲ سال کی جدوجہد کے بعد ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء میں یہ ترجمہ مکمل کیا اور فورٹ ولیم کالج کی طرف سے یہ شائع بھی ہوا۔

۲۔ ترجمہ و تفسیرِ قرآن از سرسید احمد خاں ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس سے شائع ہوا۔

۳۔ ترجمۂ قرآن از مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ۱۸۹۵ء میں مکمل ہوا۔

۴۔ ترجمۂ قرآن از مولوی عاشق الٰہی میرٹھی۔ مترجم نے ۲۰ سال کی عمر میں ترجمۂ قرآن کر کے اپنے ہی مطبع سے ۱۳۱۹ھ میں شائع کیا۔

۵۔ مولوی فتح محمد جالندھری کا ترجمۂ قرآن فتح الحمید کے نام سے ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ تاریخی اعتبار سے ڈپٹی نذیر احمد کا اول ترجمہ ہے جو آپ ڈپٹی صاحب سے نقل کرنے کے لیے لے گئے تھے مگر نیت بدل گئی اور ترجمہ شائع کر کے مترجم بن گئے۔

۶۔ مولوی مرزا نواب وحید الزماں کانپوری کا ترجمۂ قرآن ''موضحۃ الفرقان'' کے نام سے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں گیلانی پریس لاہور سے شائع ہوا۔

۷۔ عبداللہ چکڑالوی جو فرقۂ اہلِ قرآن کے بانی تصور کیے جاتے ہیں ان کا ترجمۂ قرآن ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں ''ترجمۃ القرآن بآیات القرآن'' کے نام سے اسٹیم پریس لاہور سے شائع ہوا۔

۸۔ مولوی اشرفعلی تھانوی کا ترجمۂ قرآن ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں مطبعۂ مجتبائی دہلی سے شائع ہوا۔

۹۔ مولوی محمد عبدالحق حقانی دہلوی کا ترجمۂ قرآن معہ تفسیرِ قرآن ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔

۱۰۔ ان کے علاوہ بھی غیر مطبوعہ اور غیر معروف اردو تراجمِ قرآن کی ایک بڑی تعداد کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے زمانۂ حیات میں جو تراجم عام مسلمانوں میں زیرِ مطالعہ آرہے تھے ان میں اوپر درج کیے گئے تراجم شامل تھے۔ ان تراجم میں اکثر یا تو مترجم ان تمام شرائط پر پورا نہیں اترتے جو مترجمِ قرآن یا مفسرِ قرآن کے لیے علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں بیان کی ہیں۔

یہ شرائط ۲۷ علوم پر مہارت کی متقاضی ہیں اور یہ سب علومِ قرآن سے متعلق ہیں جن کے بغیر کلام اللہ کی منشا سمجھ میں نہیں آسکتی اور جب ان ۲۷ علوم پر مہارت نہ ہوگی تو مترجم قرآن اپنی عقل اور لغت کا سہارا لے کر ترجمۂ قرآن کرتا ہے جو پھر حقیقی روح قرآن کے خلاف ہوتا ہے۔ بعض مترجمین نے ترجمۂ قرآن، تفسیرِ ماثور اور احادیثِ صحیحہ کے برخلاف کیے ہیں اور ترجمہ کرتے وقت اپنی رائے اور عقل و لغت کا سہارا لیا ہے۔ ایسے ترجمے جب قاری کی نظر سے گزرتے ہیں تو وہ ان ترجموں کو ہی اصل قرآن سمجھ لیتا ہے اور اسلام کے بنیادی عقائد سے ہٹ جاتا ہے۔ اب دونوں قسم کے مترجمین کے تراجم نے پاک و ہند و بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے صدیوں پرانے اور اسلاف کرام کے دور سے قرآن و حدیث سے تواتر کے ساتھ ثابت شدہ عقائد کو بدلنے کی کوشش کی اور لوگوں میں ایک ذہنی الجھن پیدا کردی۔ اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا کے محبین خاص کر قرب یافتہ مریدین اور خلفا نے آپ سے گذارش کی کہ جہاں آپ اتنی محنت کر رہے ہیں اور ہر قسم کی کتب تصنیف فرما رہے ہیں وہاں ترجمہ قرآن کی بھی اشد ضرورت

ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی کی ذمے داری لگائی کہ آپ میرے پاس مغرب وعشا کے درمیان کاغذ قلم لے کر آجایا کریں جیسے جیسے وقت ملے گا احقر ترجمہ املا کرواد ے گا۔ یہ اہم ترین کام کس تاریخ کو شروع ہوا اس کی نشاندہی تو تاریخ کے اوراق میں نہ ہوسکی البتہ چند ماہ کی جدو جہد کے بعد یہ ترجمہ قرآن ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں پائے تکمیل کو پہنچا اور جلد ہی حسنی پریس یا مراد آباد کے کسی پریس سے اول بغیر حاشیے کے شائع ہوا اور جلد ہی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے حاشیے ''خزائن العرفان'' کے ساتھ مراد آباد سے شائع ہوا اور آج پاک و ہند کا شاید کوئی مطبع نہیں جو یہ ترجمہ شائع نہ کر رہا ہو۔

پاکستان کے قیام کے بعد اول تاج کمپنی نے یہ ترجمۂ قرآن شائع کیا اس کے بعد مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، بانی دارالعلوم امجدیہ رضویہ و مکتبہ رضویہ نے اس کو کراچی پاکستان سے ۱۹۵۵ء کے لگ بھگ شائع کرایا۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کے بعد مزید کسی اردو ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی کیونکہ علما کے خیال میں اس سے زیادہ بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے جتنے کثیر علوم (علومِ دینیہ، نقلیہ وعقلیہ، قدیمہ وجدیدہ) پر امام احمد رضا مہارت و دسترس رکھتے تھے اُتنے کثیر علوم کو جاننے والی کوئی شخصیت نہ آپ کے زمانے میں تھی اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی ایسی شخصیت سامنے آسکے گی۔ ترجمۂ قرآن تو کیا جاسکتا تھا مگر وہ ترجمہ امام احمد رضا کے ترجمے سے بہتر نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ ان کے ترجمے کے بعد اہلسنّت کی طرف سے کئی مترجمین نے ترجمۂ قرآن کرنے کی سعادت حاصل کی اور یہ ترجمے شائع بھی ہوئے مگر آج تک کسی بھی ترجمے کو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے مقابل پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سورج چمک رہا ہو تو کسی کے دیے جلانے سے روشنی میں اضافہ نہیں ہوسکتا تقاضائے مسلک تو یہ ہے کہ اس مستند ترین ترجمۂ قرآن کو مطالعے میں رکھا جائے اور جہاں ابھی متعارف نہیں وہاں اسی کو متعارف کرایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کے بعض جید علما نے کنزالایمان کی اشاعت کے بعد تفسیرِ قرآن لکھی لیکن قرآنی آیات کا اپنی طرف سے ترجمہ کرنے کے بجائے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کو برقرار رکھا۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے بعد دیگر مخالفِ اہلِ سنت گروہوں کے علما اور نوخیز فرقوں کے بانیوں نے ترجمۂ قرآن کے سلسلے کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس میں اور تیزی آگئی۔ آپ تعجب کریں گے پچھلے سو سالوں میں ایک سو سے زیادہ اردو تراجمِ قرآن شائع ہو کر سامنے آئے ہیں اور آپ یہ بھی پڑھ کر تعجب کریں گے کہ مترجمین کی اکثریت عالم و فاضل نہیں ہے اور ان شرائط پر بھی پوری نہیں اترتی جو ایک مترجمِ قرآن کے لیے ضروری ہیں۔ اکثر مترجمین تو وہ ہیں جو بغیر اعراب کے عربی متن بھی نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہی انہوں نے مدارسِ دینیہ میں علومِ اسلامیہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی مگر وہ بھی مترجمِ قرآن کی صف میں شامل ہیں۔ ایسے بھی مترجم اور مفسرِ قرآن ہیں جو بنیادی طور پر صحافی یا سیاسی لیڈر ہیں اور دورانِ قید و بند انھوں نے تراجمِ قرآن کی سعادت حاصل کرلی اور قید و بند سے جب باہر آئے تو مفسر اور مترجمِ قرآن بن گئے۔ ایسے مترجمِ قرآن بھی ہیں جو احادیث نبوی کے قطعی منکر ہیں مثلاً مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی عنایت اللہ مشرقی، مولوی چودھری غلام احمد پرویز وغیرہ وغیرہ یا وہ مترجم بھی شامل ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے خاتم النبیین ہونے کے باوجود ان کے بعد کسی اور نبوت کے دعوے دار کو بھی معاذ اللہ نبی مانتے ہیں مثلاً مرزا بشیر الدین محمود، مولوی محمد علی لاہوری اور ایسے مترجمین کی تو کثرت ہے جنھوں نے شانِ الوہیت اور شانِ رسالت کی پامالی کی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات اور خصائص کا انکار کرتے ہیں اور بعض صفات پر گستاخانہ کلام کر کے کفر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً سید مودودی صاحب، مولوی

محمود الحسن دیوبندی، مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی ابوالکلام آزاد، مولوی عبدالماجد دریا آبادی، مولوی فرمان علی، مولوی عبدالرحمٰن جونا گڑھی مولوی فیروز الدین روحی [بانی مبلغ فیروز سنز] مولوی محمد نعیم دہلوی، مولوی وحیدالدین وغیرہم۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے ترجمۂ قرآن کی مسلسل پذیرائی اور اشاعت نے ان تمام مکتبوں اور مطبع خانوں کو ماند کر دیا جو دیگر مترجمین قرآن کے اردو تراجم کو شائع کرتے اور کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سازش کی گئی اور ان اداروں کے ذمے دار افراد نے دیگر مکاتبِ فکر کے علما کو اعتماد میں لے کر اپنے تمام اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے رابطہ عالمِ اسلامی سے ایک فتویٰ جاری کرایا جس میں امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو مشرکانہ ترجمہ (معاذ اللہ) قرار دیا اور دنیائے عرب بالخصوص سعودی عرب، کویت اور عرب امارت میں ۱۹۸۳ء میں اس پر حکومتی سطح پر پابندی بھی لگوائی گئی۔ حج کے دوران مولوی محمود الحسن دیوبندی کے ترجمۂ قرآن کو عرب حکومت کی طرف سے شائع کر کے تمام حجاج میں مفت تقسیم کیا گیا تا کہ مسلمانوں کو کنزالایمان کے مطالعے سے دور رکھا جائے۔ یہ ترجمہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتا رہا ہے اور اسی کو حاجیوں میں تقسیم کیا جاتا رہا مگر اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ پابندی لگنے کے بعد کنزالایمان کی اشاعت میں پہلے سے بھی کہیں زیادہ اضافہ ہو گیا اور آج پاک و ہند کے جتنے بھی بڑے بڑے مکتبے اور مطبع خانے ہیں وہ اس کی اشاعت کی صورت ہیں اور ادھر سعودی حکومت نے از خود محمود الحسن دیوبندی کے ترجمے کی اشاعت اور تقسیم بھی بند کر دی کیونکہ اس میں بھی حاشیے میں وسیلے اور بعض دیگر امور میں اہلِ سنت کے عقائد کی تائیدی عبارات تھیں۔

۱۹۸۳ء میں کنزالایمان پر پابندیوں اور اس ترجمے کو غلط قرار دینے کے خلاف صرف ملکی نہیں بلکہ عالمی پیمانے پر صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ ملکی اور بین الاقوامی طور پر بے شمار احتجاجی جلسے منعقد ہوئے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے ۱۹۸۴ء میں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر تمام مقالا نگار حضرات نے کنزالایمان کے حوالے سے مقالات پیش کیے اس میں سب سے جامع مقالہ جس کا دورانیہ ایک گھنٹے سے بھی زیادہ تھا پروفیسر طاہر القادری صاحب کا تھا جس کا عنوان ''کنزالایمان کا اردو تراجم میں مقام'' تھا۔ اس مقالے کو بہت زیادہ سراہا گیا۔ بعد میں ادارۂ منہاج القرآن کی جانب سے کتابی صورت میں شائع بھی ہوا اور ادارے کی طرف سے سالانہ معارف رضا شمارہ ۵ میں بھی شائع ہوا۔

یہ زمانہ پروفیسر طاہر القادری کی علمی سطح پر تعارف کا ابتدائی دور تھا۔ کنزالایمان پر مقالہ پڑھنے کے بعد ان کو پاک و ہند میں بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور انھوں نے صرف فنِ خطابت کے زور پر نہیں بلکہ علمی اور تحقیقی مقالہ پیش کر کے امام احمد رضا کی علمیت کو اجاگر کیا اور جنھوں نے پابندی لگوائی تھی ان کو بھرپور جواب دیا کہ اس ترجمۂ قرآن کو اردو زبان کے تراجم میں کتنا بلند مقام حاصل ہے کہ نہ آج تک ایسا ترجمہ ہوا اور نہ ہی شاید اتنا عظیم ترجمہ کیا جاسکے گا۔ اب ملاحظہ کیجیے چند اقتباسات جو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مقالے سے اخذ کیے گئے ہیں ابتدا میں فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے اور بغیر کسی تعصب اور کسی مخصوص وابستگی کہ یہ حقیقت واضح کرنا چاہوں گا کہ مولانا احمد رضا خاں کے کیے ہوئے ترجمے ''کنزالایمان'' کو تمام تراجم میں جو شاہ رفیع الدین کے دور سے لے کر آج تک چلے آئے ہیں اس قرآنی ترجمے کو چھ اعتبارات سے منفرد اور ممتاز پایا گو اس کے علاوہ کئی اعتبارات اور بھی ہو سکتے ہیں یہ چھ پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کنزالایمان کے امتیاز اور شرف و کمال اور اس کا اسلوب ترجمہ۔

۲۔ ترجمے کا انداز بیان۔

۳۔ کنزالایمان ترجمہ کی جامعیت، معنویت اور مقصدیت۔

۴۔صوتی حسن، اس کی سلاست و ترنم و نغمگی۔

۵۔ترجمے کا فہم و تدبر۔

۶۔ادبِ الوہیت اور ادبِ رسالت۔

(معارف رضا شمارہ ۵، ۱۹۹۵ء ص ۳۴)

پروفیسر طاہر القادری کے پیش کردہ چھ امتیازات سے ایک ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

۱۔پاک و ہند میں اردو ادب کی دنیا میں بعض تراجم لفظی اسلوب اور بعض صرف بامحاورہ اسلوب پر لکھے گئے ہیں جبکہ خود قرآن کا اسلوب نہ تو صرف لفظی ہے اور نہ صرف بامحاورہ کیونکہ یہ کلامِ الٰہی ہے اس لیے اس کا اپنا ایک جداگانہ اسلوبِ بیان ہے۔قرآن کے اس اسلوب کو نہ تو لفظی ترجمے کرنے والے اس کو اپنے اندر سمو سکے اور نہ بامحاورہ ترجمے کرنے والوں کے ترجموں میں اس کا اسلوب پایا گیا۔ امام احمد رضا نے قرآنِ کریم کا اردو زبان میں ایک ایسا ترجمہ ''کنزالایمان'' کے نام سے تخلیق کیا جو لفظی نقائص سے بھی پاک و صاف تھا اور بامحاورہ ترجمے کے حسن سے بھی واقف تھا۔

کنزالایمان میں ترجمہ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف جدید اسلوب کے لحاظ سے بامحاورہ ہے اور نہ صرف قدیم اسلوب کے لحاظ سے لفظی ہے۔اس ترجمے کا اپنا اسلوب ہے کہ اس میں لفظی ترجمے کے کمالات کے حوالے سے قرآنِ پاک کے ہر ہر لفظ کا مفہوم ہے اور ایسا مفہوم پڑھنے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور بامحاورہ ترجمے کے حسن کو بھی اسی انداز سے سمیٹا ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد کسی قسم کا بوجھ عبارت کے اندر باقی نہیں رہتا۔امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو اگر یہ کہا جائے کہ یہ قرآن کے اسلوب سے قریب تر ہے تو غلط نہ ہوگا۔

[ایضاً ص ۳۶-۳۵]

پروفیسر طاہر القادری صاحب اپنے مقالے میں دوسرے امتیازی پہلو ''ترجمۂ قرآن کا انداز بیان'' کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''یہ درست ہے کہ اللہ رب العزت کا کلام اس کی ذات اور اوصاف کے کمالات کا آئینہ دار ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خدا کی ذات یعنی نیک بندوں کی روحوں کو اپنی صفاتی تجلیات اور صفاتی فیضان سے منور بھی کیا کرتی ہے اور یہ عین ممکن ہے وہ ذات کسی پر اپنا اس طرح لطف و کرم کرے کہ وہ اپنے کلام کی صفاتِ تجلیات سے کسی بھی شخص کے ترجمہ کو اپنا آئینہ دار بنادے اور جو حسن و کمال اس کے کلام میں جھلکتا ہے اس کا مظہر کسی کے ترجمے کو بنادے اور جب یہ خدا کا فیضان امام احمد رضا پر ہوا تو انہوں نے قرآن کی تقریر کو نہ تحریر میں بدلا اور قرآن کا جو اسلوب تھا اس کو قائم رکھا لہٰذا ان کا کیا ہوا ترجمۂ قرآن نہ صرف تقریری اسلوب رکھتا ہے اور نہ صرف تحریری اسلوب بلکہ قرآن کے اصل اسلوب کو مدِ نظر رکھ کر اسی اسلوب کے مطابق ترجمہ کیا۔'' [ایضاً ص ۳۸]

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجیے جو انہوں نے کنزالایمان کے تیسرے امتیازی پہلو میں بیان کیا:

''جو معنویت قرآنِ کریم کے الفاظ اور اس کی آیت میں ہے اگر تعصب کے پردے اٹھا کر اس ترجمے کا مطالعہ کیا جائے تو واللہ اُسی معنویت کا رنگ اس ترجمے میں بھی دکھائی دیتا ہے۔'' ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ'' کا ترجمہ تمام مترجمین نے یہ کیا ہے کہ ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں'' ذٰلک کی حکمت کسی مترجم کے ترجمے میں دکھائی نہیں دیتی اور وہ معنویت جو اسمِ اشارہ بعید کے استعمال کے لیے ہے اس کا اظہار کسی اور ترجمے میں نہیں ہوتا اور یہ اظہار صرف اور صرف واحد ترجمے ''کنزالایمان'' سے ہوتا ہے امام احمد رضا نے ترجمہ کیا!

''وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں''

قرآنِ کریم میں ذٰلک کی معنویت کی جو حکمت ہے وہ صرف

اسی ترجمے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ وہ حکمتیں ہیں جو تفاسیر کے اوراق کو پڑھ کر پھر سمجھ میں آتی ہیں لیکن کنزالایمان اتنا جامع اور کامل ترجمہ ہے کہ لفظ کا معنی سامنے رکھ کر سینکڑوں تفاسیر کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔'' [ایضاً ص ۳۹-۴۰]

آخر میں پروفیسر صاحب کا ایک اور تبصرہ ملاحظہ کیجیے جو انہوں نے، امام احمد رضا کے ترجمے ''کنزالایمان'' کا چوتھا پہلو بعنوان ''صوتی حسن وسلاست و نغمگی'' کے تحت کیا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

''قرآنِ کریم کو جب خوش الحانی سے پڑھا جائے تو آیات میں ایسا ترنم محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح آبشار گرتا ہے بلکہ اس آبشار کی نغمگی سے کہیں زیادہ خدا کے کلام میں حسن صوتی ترنم کی چاشنی و نغمگی معلوم ہوتی ہے۔ اس صوتی حسن اور نغمگی کو بھی کوئی اردو مترجم اپنے ترجمے میں سمونہ سکا بلکہ صرف امام احمد رضا خاں کے ترجمے میں اس صوتی حسن اور نغمگی کا احساس ہوتا ہے۔۔۔ اور زبان پکار اٹھتی ہے کہ یقیناً امام احمد رضا کی ذات پر خدا کا کوئی خصوصی فیضان تھا کیونکہ اس کے بغیر نغمگی پیدا ہی نہیں ہوسکتی سورۂ تکویر کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

''جب دھوپ لپیٹی جائے O اور جب تارے جھڑ پڑیں O
اور جب پہاڑ چلائے جائیں O اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پڑیں O
اور جب وحشی جانور اکٹھا کیے جائیں اور جب سمندر سلگائے جائیں۔۔''

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا تبصرہ انتہائی اختصار کے ساتھ آپ نے ملاحظہ کیا تفصیل کے لیے اس پورے مقالے کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر صاحب کے اس تبصرے کے بعد پڑھنے والا محسوس یہ کرتا ہے کہ اس سے بہتر ترجمۂ قرآن اردو میں ممکن ہی نہیں کیونکہ یہ ترجمہ ہر پہلو سے منفرد اور جامع ہے۔

جب یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ کنزالایمان سے بہتر اردو ترجمہ ممکن ہی نہیں اور ضرورت بھی نہیں تو اب کم از کم اہلسنّت کے علما کو چاہیے تھا کہ وہ ترجمۂ قرآن پر محنت کرنے کے بجائے دیگر عنوانات پر طبع آزمائی کرتے تاکہ دیگر چیزیں عوام الناس کو بہتر مل سکیں اور تمام علمائے اہلسنّت مدرسے، خانقاہ، دارالعلوم، غرض ہر جگہ اس ترجمے کے ذریعے طلبہ کو اس سے درس قرآن دیں تاکہ طلبہ کے ذہنوں میں بھی کنزالایمان کی حقیقت آشکار ہوسکے مگر ان سب باتوں کے باوجود پروفیسر طاہر القادری صاحب نے خود ترجمۂ قرآن کا بیڑا اٹھایا اور عرفان القرآن کے نام سے ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ احقر یہ کہنے کی جسارت کا حق تو نہیں رکھتا کہ ڈاکٹر صاحب کو ترجمہ نہیں کرنا چاہیے تھا مگر صرف ایک سوال ذہن میں کھٹکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک طرف تو کنزالایمان کو اردو زبان کا بہترین ترجمہ قرار دیا بلکہ آپ کے تبصرے کے چند جملے دوبارہ ملاحظہ کیجیے:

''امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو اگر یہ کہا جائے کہ یہ قرآن کے اپنے اسلوب سے قریب تر ہے تو غلط نہ ہوگا۔۔۔'' ''ذلک کی حکمت کسی اردو ترجمہ میں دکھائی نہیں دیتی۔۔۔'' ''کنزالایمان اتنا جامع اور کامل ترجمہ ہے کہ لفظ کے معنی سامنے رکھ کر سینکڑوں تفاسیر کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔۔۔''

''قرآنِ کریم کے صوتی حسن اور نغمگی کو کوئی بھی اردو مترجم اپنے ترجمے میں سمونہ سکا یہ صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ''کنزالایمان'' ہے کہ اس میں صوتی حسن اور نغمگی کا احساس ہوتا ہے''

ڈاکٹر طاہر القادری نے کنزالایمان کو اردو زبان کا مستند ترین ترجمہ قرار دیے جانے کے باوجود عرفان القرآن کے نام سے ترجمہ کر کے شائع کروا دیا اور ان کا ادارہ عوام الناس میں یہ تاثر دیتا پھر رہا ہے کہ اردو زبان کا ترجمہ جو اعلیٰ حضرت نے کیا تھا، وہ اب زبان و اسلوب کے اعتبار سے قدیم ہوگیا ہے اور اب جدید اردو ترجمے کی ضرورت کو طاہر القادری صاحب نے پورا کر دیا۔ راقم کا پروفیسر صاحب سے کنزالایمان کے متعلق صرف ایک سوال ہے کہ کیا پروفیسر صاحب کنزالایمان کے ترجمے پر از سرِ نو تبصرہ فرمائیں گے اور اگر نہیں تو

پھر ترجمہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تبصرہ نگار نے تو عرفان القرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کو منفرد اور ممتاز قرار دیا چنانچہ تبصرہ نگار کے اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

موجودہ دور میں عرفان القرآن کا دیگر تراجم سے منفرد و ممتاز ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

عرفان القرآن بیک وقت نحوی، علمی، ادبی، اعتقادی، فکری، سائنسی، لغوی، تفسیری اور دیگر جملہ۔ پہلوؤں پر مشتمل جامع اور عام فہم ترجمہ ہے۔

عرفان القرآن کو پڑھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ آج تک اردو زبان میں اتنا سلیس عام فہم اور آسان ترجمہ اس سے پہلے نہیں لکھا گیا۔

[ماہنامہ منہاج القرآن جولائی ۲۰۰۷ء ص ۲۳-۲۲]

تبصرہ نگار کا ایک تقابل ملاحظہ کیجیے جو انہوں نے سلاست و روانی کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔

''اگر ہم گزشتہ تراجمِ قرآن پر آج کے دور میں نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان تراجم کے اندر سلاست و روانی کا فقدان نظر آتا ہے۔ اگرچہ ان تراجم کی اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق قابل فہم ہونے میں کوئی شائبہ نہیں مگر آج کے جدید ذہن کو ایسا ترجمہ درکار تھا جو اپنے اندر سلاست و روانی کو سموئے ہوئے ہو اور یہ ضرورت الحمد للہ عرفان القرآن نے پوری کر دی تراجم کا ذیلی تقابلی جائزہ اس پر دال ہے۔

''الٓمٓ O ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ O''
(البقرہ: ۱)

(۱) کنزالایمان: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں' اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔''

(۲) عرفان القرآن:

''(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں' (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔''

آپ غور فرمائیں ذٰلِکَ کا مطلب ''وہ'' ہے اکثر مترجمین نے ''یہ'' ترجمہ کیا ہے لیکن شیخ الاسلام نے یہ کا لفظ بریکٹ میں لاکر خوبصورتی اور روانی پیدا کی ہے اور یہی امتیاز اس ترجمے کو دیگر تراجم سے ممتاز کر رہا ہے۔

[ماہنامہ منہاج القرآن جولائی ۲۰۰۷ء ص ۲۳]

تبصرہ نگار صرف بریکٹ کی بنیاد پر شیخ الاسلام کے ترجمہ کو ممتاز اور منفرد قرار دے رہا ہے جبکہ خود صاحب عرفان القرآن امام احمد رضا کے اس ترجمے میں تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اہل علم جانتے ہیں کہ ذٰلک اسم اشارہ بعید ہے گو قرآن تو پڑھنے والے کے قریب ہے اور سننے والے کے بھی قریب ہے لیکن قرآن میں اشارہ قریب کا استعمال نہیں ہوا بلکہ دور کا کیا کہ ذٰلک کہ ''وہ کتاب'' ھٰذا نہیں فرمایا کہ ''یہ کتاب'' اسی ذٰلک کی حکمت کسی مترجم کے ترجمے میں دکھائی نہیں دیتی ہے اور وہ معنویت جو اسم اشارۂ بعید کے استعمال کے لیے ہے وہ کہنے کی ہے اس کا اظہار کسی اور ترجمہ میں نہیں ہوتا اور یہ اظہار صرف اور صرف واحد ترجمے ''کنزالایمان'' سے ہوتا ہے آپ نے ترجمہ کیا:

''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں''

اندازہ فرمائیں کہ قرآن میں ذٰلک کی معنویت کی جو حکمت ہے وہ صرف اسی ترجمے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ وہ حکمتیں ہیں جو تفاسیر کے اوراق کو پڑھ کر سمجھ میں آتی ہیں لیکن کنزالایمان اتنا جامع اور کامل ترجمہ ہے کہ لفظ کے معنی سامنے رکھ کر سینکڑوں تفاسیر کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

[معارف رضا، جلد ۵، ۱۹۸۵ء، ص ۳۹-۴۰]

اس تبصرے کے بعد راقم مزید کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا عرض کرے گا کہ پروفیسر صاحب اپنے کیے ہوئے تبصرے کو دوبارہ پڑھ لیں اور اگر وہ اپنے تبصرے پر قائم ہیں تو اپنے احباب کے قلم کو لگام دیں اور ایک عظیم مترجم کی توہین نہ کریں۔

ایک اور آیت کا تقابل ملاحظہ کیجیے:

عرفان القرآن کے تبصرہ نگار نے کیونکہ اس کو سائنسی پہلو سے بھی منفرد قرار دیا چنانچہ ایک ایسی آیت کا تقابل پیش کرتے ہیں جس میں اللہ عزوجل نے انسان کی ماں کے پیٹ میں پیدائش کی ابتدا کا ذکر فرمایا چنانچہ تبصرہ نگار عنوان قائم کرتے ہیں عرفان القرآن اور جدید ایمبر یالوجی اور تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اردو کے تقریباً تمام مترجمین نے سورۂ علق کی ابتدائی آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے انسانی تخلیق کو "جمے ہوئے خون کے لوتھڑے"، "جمے ہوئے خون" یا "گوشت کے لوتھڑے" سے قرار دیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جدید سائنس کی روشنی میں میڈیکل کے اسٹوڈنٹس جب تراجم میں یہ دیکھتے کہ انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے اور سائنس بتاتی ہے کہ انسانی تخلیق میں ماں باپ کی طرف سے آنے والے مادوں میں خون کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں۔ اب وہ جدید سائنسی حقائق کو رد نہیں کر سکتے تھے لہٰذا قرآن پر ان کا ایمان ڈول جاتا۔ لہٰذا نئی نسل اس چیز کی متلاشی تھی کہ کوئی ایسا مترجم اٹھے جس کو قرآنی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم پر بھی دسترس حاصل ہو اور گذشتہ صدیوں میں لکھے جانے والے اردو تراجم میں پائے جانے والے سقم دور کردے تاکہ جدید سے جدید سائنسی ذہن بھی جب قرآن مجید پڑھے تو اسے جدید ترین سائنسی عقدے بھی حل ہوتے نظر آئیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO (سورۃ العلق)

کنز الایمان:

پڑھو اپنے رب کے نام جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے۔

عرفان القرآن:

(اے حبیب) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔

تبصرہ کرتے ہوئے تبصرہ نگار لکھتے ہیں۔

"سبحان اللہ! شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کس خوبصورت انداز سے جدید ایمبر یالوجی کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کیا۔"

تبصرہ نگار سے چند سوالات:

ایمبر یالوجی کی تعریف کیا ہے، آپ کے بقول بریکٹ میں وضاحت کے لیے جو الفاظ یا جملے استعمال ہوئے "جونک" اور "معلق وجود" یہ قرآن کے کون سے الفاظ کے ترجمے ہیں؟ یا قرآن کی ان آیات کے کون سے حروف یا الفاظ ان دو لفظ "جونک" اور "معلق وجود" کی نشاندہی کررہے ہیں؟ اور کیا رحمِ مادر میں جونک نما چیز ایمبر یالوجی ہے؟ اور جب ماں باپ کے ملاپ سے کوئی چیز رحم مادر میں قرار پائی ہے تو پھر معلق وجود سے کیا مراد ہے۔ احقر اتنی گزارش کرے گا کہ بے شک آپ اپنے من پسند عالم کی جتنی بھی تعریف وتوصیف کرنا چاہیں کریں کہ یہ حق آپ کو حاصل ہے مگر اتنا ضرور خیال رکھیں کہ جو وصف کسی میں موجود ہی نہ ہو اس کو زبردستی ثابت نہ کریں۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے کوئی ایسی تصنیف تحریر نہیں فرمائی جس سے ان کے جدید علوم بالخصوص سائنسی علوم پر دسترس کی نشاندہی ہو۔ عربی زبان میں بھی ان کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ اب چونکہ اردو زبان میں تفاسیر اور احادیث کی بے شمار شروحات موجود ہیں اس لیے اب اردو میں ترجمہ یا تفسیر لکھنا کوئی کمال نہیں البتہ اس ترجمے اور تفسیر کو جب کوئی صاحب علم ملاحظہ کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ مترجم نے خود ترجمانی کی ہے یا کسی اردو ترجمے کا چربہ ہے۔

امام احمد رضا کے مختلف علوم وفنون پر دسترس کے متعلق کون نہیں جانتا۔ آپ کے علوم وفنون پر دسترس کے ثبوت میں اس قدر مواد منصۂ شہود پر آچکا ہے کہ اب مزید کسی کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں۔ جس علم کے متعلق آپ ان کی دسترس دیکھنا چاہتے ہیں اس علم وفن پر ان کی کوئی تصنیف دیکھ لیں، آپ کو سائنسی علوم پر ان کی دسترس کا اندازہ

ہو جائے گا۔ چنانچہ ایمبریالوجی پر پہلے امام احمد رضا کی ایک تصنیف کا ذکر کردوں پھر ان کے ترجمۂ قرآن پر بحث کروں گا۔ امام احمد رضا نے ایمبریالوجی کے عنوان کے تحت ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے:

الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام ۱۳۱۵ھ

اس رسالے میں امام احمد رضا نے ماں کے پیٹ میں نطفے سے لے کر بچے کے مکمل نو ماہ تک کے مراحل کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس رسالے میں امام احمد رضا نے آج سے ۱۲۰ سال قبل الٹرا ساونڈ کی تھیوری بھی پیش کی تھی۔ اس تھیوری کی روشنی میں امام احمد رضا نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان ان علوم کی بنیاد پر یہ بتانے پر قادر ہے کہ ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والا لڑکا ہے یا لڑکی مگر افسوس امام احمد رضا جیسے سائنس داں کی خود مسلمانوں نے نہ تو پذیرائی کی اور نہ ہی ان کے علوم کو آگے بڑھایا۔ امام احمد رضا نے سورۂ علق کی آیت نمبر ۲ کا ترجمہ کیا:

''آدمی کو خون کی پھٹک سے پیدا کیا۔''

امام احمد رضا نے انسان کی پیدائش کے حوالے سے ''علق'' کا ترجمہ کیا ''خون کی پھٹک'' جو دراصل جوہر ہے انسان کی پیدائش کا جس سے نطفہ بنتا ہے پھر ایک طویل عمل ہے جو ۹ ماہ تک ماں کے پیٹ میں جاری رہتا ہے، بعد میں خون کا لوتھڑا بنتا ہے۔ اس لحاظ سے امام احمد رضا نے اس جوہر کی نشاندہی کی ہے جو انسان کے جسم میں ہی پیدائش کے عملِ اوّل کے طور پر وجود پذیر ہوتا ہے۔ مگر پروفیسر صاحب نے ترجمہ کیا ''جونک کی طرح معلق وجود سے''۔ علق کے ایک معنیٰ ''جونک لگانا'' بھی کیے جاتے ہیں غالباً اس نسبت سے لفظ جونک استعمال کیا جس کا یہاں کوئی محل نظر نہیں آتا یا شاید جونک سے مراد بچہ دانی کی شکل بھی ہوسکتی ہے مگر صاحب تبصرہ نگار نے جو غیر ضروری تمہید باندھی ہے اس کا کوئی جواز نہیں البتہ امام احمد رضا نے علق کے معنی اس جوہر کی طرح کیے ہیں جن سے انسان کا وجود نطفے کی صورت میں شروع ہوتا ہے۔

عرفان القرآن کے تبصرہ نگار نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جدید سائنس کے اعتبار سے بڑے بڑے معتبر ترجمے اپنی اہمیت کھوتے ہوئے نظر آتے ہیں جب کہ صاحبِ عرفان القرآن نے قرآنِ مجید کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے جملہ اشکال اور تحفظات کا جواب دے دیا ہے اور اردو تراجم میں پائے جانے والے سقم کو بھی دور کر دیا ہے اور جدید سائنس کے طلبہ جب اس ترجمے کو پڑھیں گے تو ان کو اس ترجمے میں سائنسی عقدے بھی سمجھے نظر آئیں گے۔ اس سے قبل کہ راقم امام احمد رضا اور پروفیسر طاہر القادری کے تراجم میں ان آیات کا تقابل کرے جو حقیقتاً سائنسی علوم سے متعلق ہیں، صرف اتنا عرض کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے کہ دینی علوم کے علاوہ دنیاوی علوم کے اعتبار سے کوئی علم یا اس کی شاخ ایسی نہیں جس پر امام احمد رضا نے قلم نہ اٹھایا ہو اور کوئی نہ کوئی کتاب عربی یا فارسی یا اردو میں نہ لکھی ہو۔ ان تمام تصانیف کی تعداد ۲۵۰ سے زیادہ ہے جو خصوصیت کے ساتھ علومِ دنیاوی یا سائنسی علوم سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ ان کی بقیہ ۷۵۰ تصانیف میں بھی ضمناً اکثر جگہوں پر بوقتِ ضرورت سائنسی کلیہ، جزیہ یا سائنسی وجوہات کا بیان ضرور ملتا ہے۔ جب کہ پروفیسر صاحب کی ایک تحریر بھی ایسی نہیں ہے جس کو کہا جائے کہ یہ کسی سائنسی علم پر ان کی دسترس ثابت کرتی ہے یا انہوں نے کسی سائنسی مسئلے کو سمجھایا ہو اس اعتبار سے تبصرہ نگار کا دعویٰ بے محل نظر آتا ہے۔ یہ ایسا دعویٰ ہے جو بے دلیل ہے لہٰذا یہ دعویٰ کہ عرفان القرآن کے سامنے بڑے بڑے ترجمے اہمیت کھوتے نظر آتے ہیں حقیقت کے برعکس ہے۔ یہ جملہ صرف امام احمد رضا کے ترجمے کے لیے مناسب ہے کہ جب چاروں طرف سے اردو تراجمِ قرآن کی بہتات تھی اور تراجم میں شانِ الوہیت اور شانِ رسالت میں معجزاتِ انبیا کا مذاق اڑایا جارہا تھا، توہین کی جارہی تھی اور اس وقت (۱۹۱۱ء/۱۳۳۰ھ) امام احمد رضا کے ترجمے کی اشاعت کے بعد بقیہ تمام اردو ترجمے اپنی اہمیت کھو رہے تھے۔

اب ملاحظہ کیجیے چند مزید آیات کا تقابل جس میں سائنسی احوال کا

ذکر ہے مثلاً:

۱. وَهُوَ الَّذِىْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ وَاَنْهٰرًا... O (سورۃ الرعد ۳)

کنز الایمان: وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے اور نہریں بنائیں۔

عرفان القرآن: اور وہی ہے جس نے (گولائی کے باوجود) زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے۔

پروفیسر صاحب کے ترجمے میں (گولائی کے باوجود) کے الفاظ غیر ضروری ہیں زمین کے پھیلنے کے عمل سے اس کی گولائی کا کوئی تعلق نہیں اور ''رواسی'' کا ترجمہ پہاڑ کیا ہے جب کہ یہاں لفظ جبل نہیں ہے البتہ ''رواسی'' ایک عمل کا نام ہے کہ یہ زمین اس لیے جنبشیں نہیں کر رہی ہے کہ اس میں پہاڑ لنگر انداز ہیں یعنی یہ پہاڑ ہر جگہ لنگر کی صورت میں موجود ہیں کہ جتنے اوپر ہیں اتنے ہی نیچے ہیں اور یہ لنگر اسطرح ہیں کہ پہاڑوں کے نیچے یعنی Crust کے نیچے لاوا ہے جس پر یہ لنگر انداز ہیں امام احمد رضا نے زمین کے پھیلانے کے عمل کو بھی سمجھا اور اس لیے ''رواسی'' کا ترجمہ لنگر کیا کہ اس کا زمین کے پھیلانے کے عمل سے تعلق ہے۔

اسی سلسلے کی ایک اور آیت کا تقابل ملاحظہ کیجیے:

۲. وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا...O (سورۃ النحل ۱۵)

کنز الایمان: اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے۔

عرفان القرآن: اور اس نے زمین میں (مختلف مادوں کو باہم ملا کر) بھاری پہاڑ بنا دیے تا کہ ایسا نہ ہو کہیں وہ (اپنے مدار میں حرکت کرتے ہوئے) تمہیں لے کر کانپنے لگے...

آیت میں پہاڑ کے بننے کے عمل کو نہیں بتایا گیا اور نہ ان کے بھاری اور ہلکے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے پروفیسر صاحب نے یہاں جو آیت کی ترجمانی کی ہے وہ اصل مفہوم و مراد سے بالکل ہٹ کر ہے جو آیت بیان ہو رہی ہے۔ آیت کے اندر اس عمل کا ذکر ہے اور نشاندہی ہے جس کی احقر نے سورۃ الرعد کے ترجمے میں وضاحت کی کہ ''رواسی'' کا لفظ ایک عمل کو بتاتا ہے کہ پہاڑ بالکل اسی طرح لنگر انداز ہیں جس طرح پانی کا جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے کہ اگر جہاز کو سمندر میں روکنا ہوتا ہے تو چاروں طرف لنگر ڈال دیے جاتے ہیں ورنہ جہاز ڈولنے لگتا ہے اور اس کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان پہاڑوں کو لنگر انداز کیا ہے جس کے باعث ہم سکون سے اس زمین پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ایک اور عمل کا ذکر بھی قوسین میں کیا ہے کہ یہ زمین اپنے مدار میں حرکت کرتے ہوئے تم کو لے کر نہ کانپے۔ پروفیسر صاحب زمین کی حرکت کے قائل نظر آتے ہیں جبکہ امام احمد رضا نے زمین کی حرکت کے رد میں ایک مستقل کتاب ''فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین'' لکھی ہے جس میں ۱۰۵ سائنٹفک دلائل سے زمین کو ساکن ثابت کیا ہے دوسرے یہ کہ اس عمل کا لنگر اندازی سے تعلق ہے، زمین کا مدار میں حرکت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ترجمانی غیر ضروری ہے اور قرآن کی آیات کی ترجمانی بھی نہیں ہو رہی ہے۔

۳. وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ O (النحل ۱۵)

کنز الایمان: اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اسی چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لیے۔

عرفان القرآن: اور بے شک تمہارے لیے مویشیوں میں (بھی) مقامِ غور ہے۔ ہم ان کے جسموں کے اندر کی اس چیز سے جو آنتوں

کے (بعض) مشمولات اور خون کے اختلاط سے (وجود میں آتی ہے) خالص دودھ نکال کر تمہیں پلاتے ہیں (جو) پینے والوں کے لیے فرحت بخش ہوتا ہے۔

اس آیت میں اللہ عزوجل نے دودھ بننے کے عمل کا ذکر فرمایا ہے کہ دودھ کب اور کہاں اور کس طرح بنتا ہے آیت کا حصہ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم غور طلب ہے۔ امام احمد رضا نے اس عمل کو اچھی طرح سمجھا کہ انسانی جسم میں یا جانور کے جسم میں جب غذا جاتی ہے تو معدہ اسے ہضم کرنے کے بعد فضلے کو آنتوں کی طرف پھیر دیتا ہے اور غذا کے اہم اجزا کو جو وٹامن یا پروٹین ہوتے ہیں، ان کو خون کی طرف پھیر دیتا ہے جو مادہ ہوتا، اس میں ایک اضافی عمل یہ بھی ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ گوبر بنے اور خون بنے اور اپنی اپنی نالیوں کے ذریعے اپنے اپنے مقام پر پہنچے، اللہ عزوجل ان کے درمیانی عمل سے دودھ کے اجزا کو کھینچ لیتا ہے اور اس کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ اس عمل کے لیے جو امام احمد رضا نے ترجمانی کی ہے وہ یہ کہ گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ جب کہ پروفیسر صاحب نے جو ترجمانی کی ہے ''آنتوں کے (بعض) مشمولات اور خون کے اختلاط سے (وجود میں آتا ہے)''۔

آخر میں ایک اور آیت کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

۴۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ O خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ O يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ O (الطارق: ۵۔۷)

کنزالایمان: تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا۔ جست کرتے پانی سے۔ جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے)

عرفان القرآن: بس انسانوں کو غور اور (تحقیق) کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ قوت سے اچھلنے والے پانی (یعنی خون اور متحرک مادۂ تولید) میں سے پیدا کیا گیا۔ جو پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے درمیان (پیڑو کے حلقے میں) سے گزر کر باہر نکلتا ہے۔

اللہ عزوجل نے انسان کو دعوتِ فکر دی کہ اپنی حیثیت کو جان لے کہ دنیا میں آنے سے پہلے تیری کیا حقیقت تھی اور تو کس طرح پیدا ہوا اور کس چیز سے تیرا وجود بنایا گیا۔ اگر آج سائنس بتا دیتی ہے تو کوئی تعجب نہیں مگر اللہ کے رسول لوگوں کو آج سے چودہ سال قبل تعلیمِ قرآن کے ذریعے بتا رہے ہیں کہ انسان اس بات پر غور و فکر کر لے کہ تیرا یہ وجود کس طرح بنایا گیا ہے۔ پھر اللہ نے اس پانی کا ذکر کیا کہ جس بے قدر پانی سے نطفہ قائم کیا جاتا ہے اور اس بے قدر پانی کو جست کہا گیا کہ یہ مرد کے جسم کے پیٹھ اور سینے کے درمیان کی ہڈیوں سے باہر نکلتا ہے، امام احمد رضا نے ترجمانی کی کہ ''یہ وہ پانی ہے جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے'' مگر پروفیسر صاحب نے اس پانی کے نکلنے کی آخری وقت کی ترجمانی کی کہ پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے درمیان سے گزر کر آتا ہے۔ ''الترىبہ'' سینے کی ہڈی کو کہتے ہیں نہ کہ کولہے کی ہڈی کو۔ پروفیسر صاحب نے اس جست والے پانی کو انسانی جسم سے باہر نکلنے کے عمل کو سمجھا اور امام احمد رضا نے قرآن کی آیت پر غور کرتے ہوئے اور خاص کر ''ترائب'' پر غور کرتے ہوئے اس پانی کے انسانی جسم کے اندر بننے کی جگہ اور وہاں سے سرکنے کے عمل کو پیش کیا کہ یہ پانی پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے جدا ہوتا ہے اور پھر بعد میں باہر نکلتا ہے۔ آپ کسی انگریزی ترجمے کو دیکھئے اس میں ترائب کو RIB بتایا گیا ہے یعنی سینے کی ہڈی۔ اس لحاظ سے امام احمد رضا کی ترجمانی قرآن فہمی کا بین ثبوت ہے کہ آپ قرآن کی گہرائی کو سمجھتے ہیں اور اس کی ترجمانی کرتے ہیں جو حقیقت میں کسی عمل کی نشاندہی کر رہا ہے۔ الحمد للہ امام احمد رضا کے ترجمے کو سائنسی اعتبار سے اولیت حاصل ہے اور رہے گی کہ اردو میں ترجمہ کرنے والا ابھی تک کوئی بھی عالم ایسا نظر نہیں آیا کہ وہ ان تمام علوم پر کامل دسترس رکھتا ہو جو قرآنِ حکیم کی آیات، سیاق و سباق اور گہرائی و گیرائی کو سمجھنے اور مرادی معنی کے عرفان کے لیے ضروری ہیں۔ امام احمد رضا کی ترجمانی قرآن حقیقی ترجمانی ہے۔ اس لیے اس کی افادیت کل

بھی تھی اور آج بھی ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔

صاحبِ تبصرۂ عرفان القرآن اور تمام اہلِ علم کے لیے اعلیٰ حضرت کے ایک رسالے ''مقامع الحدید علیٰ خدا المنطق الحدید'' (۱۳۰۴ھ) المعروف ''بہ فلسفہ اور اسلام'' سے ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں جو امام احمد رضا کی میڈیکل سائنس پر گہری نظر کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ انسانی بدن کے اس تمام عمل کو بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ غذا جسم میں جا کر کن کن مراحل سے گزرتی ہے اور اللہ عزوجل اس جسم میں کیا کیا اور کہاں کہاں اور کن چیزوں کو پیدا کرتا ہے اور انسانی تخلیق رحم مادر میں کن کن مراحل سے گزرتی ہے:

''ہر بدن میں اس کے کام کہ غذا پہنچا تا ہے۔ پھر اسے روکتا ہے۔ پھر ہضم بخشتا ہے۔ پھر سہولت دفع کو پیاس دیتا ہے۔ پھر پانی پہونچتا ہے۔ پھر اس کے غلیظ کو رقیق، لَزِج کو مُنزَلِق کرتا ہے۔ پھر شغلِ کیلوس کو اَمعَا کی طرف پھینکتا ہے۔ پھر ماساریقا کی راہ سے خالص کو جگر میں لے جاتا ہے۔ وہاں کیموس دیتا ہے۔ تلچھٹ کا سودا، جھاگوں کا صفرا، کچے کا بلغم، پکے کا خون بناتا ہے۔ فضلے کو مثانے کی طرف پھینکتا ہے۔ پھر انہیں ''باب الکبد'' کے راستے سے عروق میں بہاتا ہے۔ پھر وہاں سہ بارہ پکاتا ہے۔ بیکار کو پسینہ بنا کر نکالتا ہے۔ عطر کو بڑی رگوں سے جدَاول، جداول سے سواقی، سواقی سے باریک عروق، پیچ در پیچ، تنگ بر تنگ راہیں چلاتا ہوا، رگوں کے دہانوں سے اعضا پر اونڈیلتا ہے۔ پھر یہ مجال نہیں کہ ایک عضو کی غذا دوسرے پر گرے۔ جو جس کے مناسب ہے، اُسے پہنچاتا ہے۔ پھر اعضا میں چوتھا طبخ دیتا ہے کہ اس صورت کو چھوڑ کر صورتِ عضویہ لیں۔ ان حکمتوں سے بقائے شخص کو ما یتحلّل کا عوض بھیجتا ہے۔ جو حاجت سے بچتا ہے، اس سے بالیدگی دیتا ہے۔ اور وہ ان طریقوں کا محتاج نہیں، چاہے تو بے غذا ہزار برس جلائے اور نُماءِ کامل پر پہونچائے۔ پھر جو فضلہ رہا، اسے منی بنا کر صُلب و ترائب میں رکھتا ہے۔ عقد و انعقاد کی قوت دیتا ہے۔ زن و مرد میں تالیف کرتا ہے۔ عورت کو باوجود مشقتِ حمل و صعوبتِ وضع، شوق بخشتا ہے۔ حفظِ نوع کا سامان فرماتا ہے۔ رحم کو اذن جذب دیتا ہے۔ پھر اس کے امساک کا حکم کرتا ہے۔ پھر اسے پکا کر خون بناتا ہے۔ پھر طبخ دے کر گوشت کا ٹکڑا کرتا ہے۔ پھر اس میں کلیاں، کنچھیاں نکالتا ہے۔ قسم قسم کی ہڈیاں، ہڈیوں پر گوشت، گوشت پر پوست، سیکڑوں رگیں، ہزاروں عجائب۔ پھر جیسی چاہے تصویر بناتا ہے۔ پھر اپنی قدرت سے روح ڈالتا ہے۔ بے دست و پا کو ان ظلمتوں میں رزق پہونچاتا ہے۔ پھر قوت آنے کو، ایک مدت تک روکے رہتا ہے۔ پھر وقتِ معین پر حرکت و خروج کا حکم دیتا ہے۔ اس کے لیے راہ آسان فرماتا ہے۔ مٹی کی مورت کو پیاری صورت، عقل کا پتلا، چمکتا تارا، چاند کا ٹکڑا دکھاتا ہے۔ تبارک اللہ احسن الخالقین۔ (فلسفہ اور اسلام، ص:۱۶)

آخر میں امام احمد رضا، اللہ عزوجل کی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مسلمان غور کرے کہ یہ عظیم حکیم کا کام جن کے بحر سے ایک قطرے اور صحرا سے ایک ذرے کی طرف ہم نے اجمالی اشارہ کیا، شبانہ روز انسان کے بدن میں ہوا کرتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں نفوسِ ناطقہ کی زمین کو ان کی خبر نہیں ہوتی۔ ہزاروں میں دو ایک سالہا سال کے ریاض و تعلیم میں ان میں سے اقلِ قلیل پر بقدر قدرت اطلاع پاتے ہیں۔

هل من خالق غير الله

کیا کوئی اور بھی خالق ہے خدا کے سوا؟''

قارئینِ کرام! اس اقتباس کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔ اس مختصر سے اقتباس میں معلومات کی جو فراوانی، علمِ ارحام (Embryology) ایک ایک جزیے کی جو تفصیل، طبّی اصطلاحات کا بلا تکلف اور برملا استعمال، کیا صاحبِ فن کے علاوہ کوئی یہ باتیں بیان کرسکتا ہے؟ هذا من فضل ربی

x......x......x

روئداد امام احمد رضا کانفرنس 2009ء

مرتب: عمار ضیاء خاں

اللہ عزوجل نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرۃ: ۱۵۲)

"تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔" (کنزالایمان)

اور جس کا چرچا خود اللہ تعالیٰ فرمائے، بلاشبہ اس کا نام ونشان کبھی مٹ نہیں سکتا۔ ایسی ہی ایک عظیم ہستی، جسے وفات پائے ۹۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، کی یاد گذشتہ دنوں جوش وخروش کے ساتھ منائی گئی۔ وہ عظیم ہستی جسے آج سارا زمانہ اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملت، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن کے نام سے جانتا ہے۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۹۰ ویں عرسِ مبارک کے موقع پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان کی جانب سے دو روزہ ۲۹ ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کا پہلا سیشن ۱۴ فروری ۲۰۰۹ء وفاقی اردو یونیورسٹی، گلشنِ اقبال، کراچی کے ڈاکٹر عبدالقدیر خان آڈیٹوریم میں جب کہ دوسرا سیشن ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء کو المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر، گلشنِ اقبال، کراچی میں منعقد ہوا۔ اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ اس سال اعلیٰ حضرت کے عظیم الشان ترجمۂ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے سو سال مکمل ہو رہے ہیں لہٰذا اس کانفرنس کو "کنزالایمان کانفرنس" کے طور پر بھی منایا گیا اور کانفرنس میں پیش کیے جانے والے زیادہ تر مقالات کا موضوع ترجمہ "کنزالایمان" ہی رہا۔

۱۴ فروری ۲۰۰۹ء کو کانفرنس کا مقام ڈاکٹر عبدالقدیر خان آڈیٹوریم، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی تھا۔ کانفرنس کی کرسیِ صدارت پر وفاقی اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر صاحب متمکن تھے جب کہ مہمانِ خصوصی مرکزی مجلسِ رضا کے سرپرست اور ماہنامہ "جہانِ رضا" کے مدیرِ اعلیٰ جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب تھے۔ کانفرنس کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ حافظ حبیب اللہ صاحب کے دو کم سن صاحبزادوں نے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کے ساتھ ترجمۂ کنزالایمان پانچ زبانوں میں پیش کر کے حاضرین کا دل موہ لیا۔ مولانا ندیم اختر القادری نے شہنشاہِ سخن شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام "وصفِ رُخ ان کا کیا کرتے ہیں، شرحِ والشمس وضحیٰ کرتے ہیں" سنا کر حاضرینِ محفل کے دل کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرما دیا۔ کانفرنس کے پہلے مقرر لاہور سے تشریف لائے ہوئے پاکستان کے ممتاز عالمِ دین مفتی محمد خاں قادری حفظہ اللہ تھے۔ آپ نے ترجمۂ قرآن کرتے وقت پیشِ نظر رکھنے والی احتیاطوں کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور آنکھوں کا ذکر آتا ہے تو ہم اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیتے ہیں، اسی طرح جہاں منصبِ رسالت سے

متعلق ایسی کوئی آیت آتی ہے تو وہاں بھی ہمیں لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے انبیاو رسل علیہم السلام کی عصمت کا خیال رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ترجمۂ کنزالایمان کی یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت نے شانِ الوہیت و منصبِ رسالت کا پاس رکھا ہے اور مسلکِ حقہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کا اپنے ترجمہ سے مستند تفاسیر کی روشنی میں اثبات کیا ہے جب کہ آج کل بعض مترجم و مفسرین (اس میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان کی طرف اشارہ تھا) اہلِ سنت کے صدیوں کے مستند و مختار عقائد کے خلاف قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر کر رہے ہیں جو ایک قابلِ افسوس بات ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے مؤقف سے رجوع کریں یا پھر وہ یہ اعلان کر دیں کہ ان کا اہلِ سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مفتی محمد خان قادری صاحب کی تقریر کے بعد صدرِ محفل پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر صاحب نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں خوشی ہے کہ یہ کانفرنس وفاقی اردو یونیورسٹی میں انعقاد پذیر ہو رہی ہے۔ امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن بہت بڑے عالمِ دین تھے اور ان جیسا عالمِ دین صدیوں میں جنم لیتا ہے۔ آپ کی شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا سب سے عمدہ اور احسن طریقہ یہ ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوا جائے۔ انہوں نے کہا کہ آج کچھ عناصر کی حرکتوں کے سبب اسلام کو امن دشمن دین اور اسلام کے ماننے والوں پر دہشت گرد کا لیبل لگا دیا گیا ہے، ہم اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اپنا کر اسلام کی صحیح تصویر پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کا بھی مطالعہ کریں۔

اس موقع پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی جانب سے مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب حفظہ اللہ کو مسلکِ رضا کے فروغ کے لیے ان کی شاندار کاوشوں پر انہیں "امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل" ایوارڈ دیا گیا۔ بعد ازاں دارالاخلاص، لاہور کے ڈائریکٹر مولانا شہزاد مجددی صاحب نے ترجمۂ کنزالایمان کے حوالے سے اپنا منظوم کلام پیش کر کے حاضرینِ محفل کو محظوظ کیا۔ آپ کے کلام کے چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

گُل تراجم کے چمن کا، کنزِ ایمانِ رضا
آئینہ دل کی لگن کا، کنزِ ایمانِ رضا

وقف تھا بہر ثنائے مصطفیٰ جو ہر گھڑی
فیض ہے ایسے دہن کا کنزِ ایمانِ رضا

ڈھل گیا اردو زباں میں عکسِ قرآنِ حکیم
معجزہ ہے علم و فن کا کنزِ ایمانِ رضا

غیر ممکن ہے کہ کوئی اور ہو اس کا مثیل
ہے نشاں اہلِ سنن کا کنزِ ایمانِ رضا

دیکھیے شہزاؔد خوش بختی ہماری دیکھیے
آج ہے عنواں سخن کا کنزِ ایمانِ رضا

مولانا شہزاد احمد مجددی نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی شان میں ایک فارسی منقبت بھی پیش کی جس کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو:

ذوقِ رومی، سوزِ جامی، باخدا آموختم
عشقِ احمد از امام احمد رضا آموختم

آنکہ اے شہزاد باشد کنزِ ایماں را امیں
من زِ کردارش صفائی قلب را آموختم

اس کے بعد محمد اشرف جہانگیر عطاری نے کنزالایمان کے حوالے سے اپنا منظوم کلام پیش کیا۔

واہ کیا ہے مرتبہ، کنزالایمانِ رضا
ہر طرف چرچا ترا، کنزالایمانِ رضا

کچھ نہیں یہ آفتاب، کچھ نہیں یہ ماہتاب
اِن سے بھی بڑھ کر چمکا، کنزالایمانِ رضا

حاسدِ کنزالایماں، کچھ نہیں تجھ سے نہاں
دیکھ ہیروں سے سجا، کنزالایمانِ رضا

جامعہ پنجاب، لاہور سے آئے ہوئے ریسرچ اسکالر سلیم اللہ جندران صاحب نے کنزالایمان کے بارے میں انگریزی زبان میں اپنی منظوم کاوش پیش کی جو سالنامہ ''معارفِ رضا'' انگریزی ۲۰۰۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ نمازِ مغرب کے وقفے کے بعد جب کانفرنس دوبارہ شروع ہوئی تو محمد اویس سہروردی نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی۔ نعت کے بعد ممتاز عالم دین اور مقرر علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' اور ان کے ہم عصر اور بعد کے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے ترجمۂ قرآن ''عرفان القرآن'' کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مؤخر الذکر مترجم نے ترجمۂ قرآن میں فاحش غلطیاں کی ہیں۔ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب نے اپنے ایک گھنٹے سے طویل خطاب میں ''عرفان القرآن'' میں موجود کئی لسانی، صرفی و نحوی، معنوی، لغوی اور اعتقادی اغلاط کی نشاندہی کر کے حاضرین کرام کو متحیر کر دیا کہ

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ

آپ کے خطاب کے بعد ادارے کے جنرل سیکریٹری و ماہنامہ ''معارفِ رضا'' کے مدیر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے کنزالایمان میں موجود سائنسی نکات کی موجودہ دور کے سائنسی نظریات سے مطابقت ایک پریزینٹیشن کی صورت میں پیش کی جو کہ وقت کی کمی کے باعث مکمل طور پر پیش نہیں کی جا سکی لیکن جو کچھ بھی پیش کیا گیا، حاضرینِ کرام نے اسے پسند کیا اور اعلیٰ حضرت کی سائنسی علوم پر مہارت کی ایک جھلک ان کی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ بالخصوص جامعات اور کالج کے اساتذہ کرام اس سے بہت متاثر ہوئے۔ لاہور سے تشریف لائے ہوئے مہمانِ خصوصی پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی تاہم آپ نے وقت کی کمی کے باعث اپنا مقالہ پیش کرنے کے بجائے کانفرنس کا اہتمام کرنے پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کو خراجِ تحسین پیش کرنے پر اکتفا کیا اور تمام حاضرینِ محفل کی تعریف کی کہ وہ اس کانفرنس میں تشریف لائے۔ اس موقع پر بنگلہ دیش سے خصوصی طور پر تشریف لانے والے عالم دین علامہ مولانا عبد المنان صاحب نے بھی کانفرنس کے انعقاد پر ادارہ اور اس کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں درود و سلام اور دعا پر کانفرنس کا پہلا سیشن بحمد اللہ کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔ بعد میں حاضرینِ مجلس کو عشائیہ پیش کیا گیا جس کا خصوصی اہتمام جناب وسیم سہروردی اور ان کے برادرانِ طریقت کی طرف سے کیا گیا تھا۔

کانفرنس کے دوسرے روز ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء کی کاروائی کا اہتمام المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر، کراچی کے تعاون سے المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر کی چھت پر کیا گیا تھا۔ کانفرنس کا آغاز بعد نمازِ عشا ہوا۔ کانفرنس کی صدارت وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات صاحبزادہ سید صمصام علی شاہ بخاری صاحب نے کی جب کہ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور علامہ حامد سعید کاظمی صاحب تقریب کے مہمانِ خصوصی تھے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر مملکت جناب سید صمصام علی شاہ بخاری نے کہا کہ آج پاکستان جن مسائل کا شکار ہے اور مسلمانوں پر جس طرح دہشت گرد ہونے کا لیبل لگایا جارہا ہے، اس سے چھٹکارا صرف امام احمد رضا خاں بریلوی کی تعلیمات پر عمل کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور علامہ سید حامد سعید کاظمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا عشقِ رسول ﷺ اس دنیا کے لیے نمونہ بن گیا ہے اور ان کے مخالفین بھی آپ کے عشقِ رسول ﷺ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کی شخصیت پر جس طرح لوگوں نے کیچڑ اچھال کر انہیں متنازع بنانے کی کوشش کی ہے، وہ نہایت افسوس ناک ہے۔ اس موقع پر انہوں نے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی طرف سے بنگلہ دیشی اسکالر مولانا عبد المنان کو ان کی خدمات پر، بالخصوص کنزالایمان کا بنگلا زبان میں ترجمہ کرنے پر جس کے اب تک پندرہ ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں، گولڈ میڈل پیش کیا۔ وزیر مملکت سید صمصام علی شاہ بخاری نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج مسلمان آزمائش میں مبتلا ہیں اور کچھ لوگوں نے اسلام کی نئی شکل پیش کر دی ہے جس کا ہمارے اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارا اسلام تو امن و آشتی اور رواداری کا درس دیتا ہے۔ ہم اس نبی کے ماننے والے ہیں جسے پتھر بھی مارے گئے تو اس نے بد دعا نہیں دی۔ ہم مسلمان تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک دہشت گردی کا شکار ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کو اپنایا جائے تو مسلمان موجودہ دور کے تمام مسائل سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر کے کام کی بھی تعریف کی اور کہا کہ یہ ادارہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہا ہے۔ صاحبزادہ صمصام علی شاہ بخاری نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اس خبر پر خوشی کا اظہار کیا کہ دنیا بھر کی عالمی جامعات میں پچیس سے زیادہ اسکالرز مولانا احمد رضا خاں پر PhD کر چکے ہیں جب کہ اتنے ہی مزید کر رہے ہیں۔ کانفرنس کے نام اپنے پیغام میں جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا عشقِ رسول ان کے شعر و نثر دونوں سے جھلکتا ہے۔ شعر میں اس کا ثبوت مولانا کا شعری مجموعہ حدائقِ بخشش ہے اور نثر میں اس کی بہترین مثال ترجمۂ قرآن کنزالایمان ہے۔ بنگلہ دیش سے آئے ہوئے اسکالر پروفیسر ڈاکٹر عبد الودود نے اپنی تقریر میں بنگلہ دیش کی جامعات میں شائع ہونے والے ان مقالات کا ذکر کیا جو کنزالایمان کے حوالے سے لکھے گئے تھے۔ انہوں نے اس امر کی ضرورت پر اشد زور دیا کہ پاک و ہند میں شائع ہونے والی کتب کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے انہیں بنگلہ دیش میں عام کیا جائے اور بنگلہ دیش میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات روشناس کرانے کے سلسلہ میں۔ انہوں نے کانفرنس کے شرکاء کو بتایا کہ کشتیا اسلامک یونیورسٹی کے نصاب میں مولانا احمد رضا خاں اور دیگر علمائے اہلِ سنت کی چالیس سے زیادہ کتب شامل کی گئی ہیں اور مخالفین کی سازشیں ناکام ہوئی ہیں۔ بنگلہ دیش ہی سے آئے ہوئے ایک بزرگ اسکالر مولانا عبد المنان نے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی طرف سے گولڈ میڈل دیے جانے پر ادارہ کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بنگلہ دیش میں لوگ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں مزید جاننا چاہتے ہیں اور ہم ان کے بارے میں پیدا کی گئی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں کوشاں ہیں۔ انہوں نے بنگلہ دیش میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی طرز پر ایک تحقیقی ادارہ قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور بنگلہ دیش میں رضویات کے فروغ کے سلسلہ میں صدرِ ادارہ مولانا سید

وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کی کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج بنگلہ دیش میں رضویات کے حوالہ سے جو کچھ کام ہورہا ہے، وہ صدرِ ادارہ کی کاوشوں اور ہمت افزائی کا مرہونِ منت ہے۔ مولانا شہزاد احمد مجددی صاحب نے بھی اپنا خوبصورت مقالہ پڑھا۔ علامہ مولانا مفتی نعیم اختر رضوی صاحب (کمونکی)، مولانا اجمل رضا قادری رضوی صاحب (موڑ ایمن آباد، گجرانوالہ) اور پروفیسر ڈاکٹر اشفاق جلالی صاحب (جہلم) نے بھی کنزالایمان کی خوبیوں پر مختصر لیکن جامع الفاظ میں روشنی ڈالی۔ مفتی نعیم صاحب کی تقریر کو بالخصوص بہت سراہا گیا۔ علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے ''کنزالایمان کی ضیاباریاں'' عنوان سے مقالہ پڑھا۔ آخر میں صدرِ ادارہ مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب نے ایک منظوم خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس کا عنوان تھا ''کنزِ ایمانِ رضا''۔ حاضرینِ کرام نے اس منظوم خطبہ کی بڑی تحسین کی اور بعض حضرات کے لیے یہ حیران کن بات تھی کہ صدرِ ادارہ جتنے اچھے نثّار ہیں اتنے ہی اچھے شاعر بھی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں جن پر حاضرین کی طرف سے بہت داد ملی:

آں کسے گیرد خطا در علم و عرفانِ رضا
آئینہ اور ابکف ایں کنزِ ایمانِ رضا

معنزِ آیاتِ الٰہی، کنزِ ایمانِ رضا
موج زن در سطر لوحش روحِ ایقانِ رضا

''مغز قرآں، روحِ ایماں در زبانِ اردوی''
عکسِ تفسیرِ مبیں است کنزِ ایمانِ رضا

آیۂ ''فتحِ مبیں'' کو خوب روشن کردیا
بخششِ عاصی کا ضامن کنزِ ایمانِ رضا

تُو بھٹکتا ہی پھرے گا اے غلامِ بے حضور
تھام لے ہاتھوں سے بڑھ کے کنزِ ایمانِ رضا

آیۂ ''تبیان'' کی ارزاں فروشی کے لیے
شور و غوغا ہے خلافِ کنزِ ایمانِ رضا

تھانوی، ذہبی، سعودی اور مودودی نواز
کیا سمجھ پائیں رموزِ کنزِ ایمانِ رضا

ایک عبدِ مصطفیٰ کی امتیازی شان ہے
یہ حدیقہ ہائے بخشش، کنزِ ایمانِ رضا

عاشقِ صادق رضاؔ کا اِک جہاں میں نام ہے
العطایا النبوی، کنزِ ایمانِ رضا

دولتِ مکی مدنی غیب سے اُس کی ملی
عطیۂ علمِ لدنّی، کنزِ ایمانِ رضا

''میکند تاباںؔ دعای بشنو آمینی بگو''
سایہ گستر باد مارا کنزِ ایمانِ رضا

سابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹر نیشنل اور المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر کے کاموں پر روشنی ڈالی۔ کانفرنس میں علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی، مولانا فضل الرحمٰن مجددی، ڈاکٹر عبد اللہ قادری، مولانا جمیل احمد نعیمی، حاجی عبد الشکور صاحب ممبر مینیجنگ کمیٹی المصطفیٰ ویلفیئر سینٹر اور دیگر عہدیداران، پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری، پروفیسر دلاور خان، پروفیسر ڈاکٹر اسحق مدنی، پروفیسر ڈاکٹر حسن امام، سلیم اللہ جندران اور دیگر ممتاز علمائے کرام و اسکالر حضرات نے شرکت کی۔ کانفرنس کی نظامت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے انجام دیے۔

حضور اکرم ﷺ کے نورِ حسّی کا منکر حلاوتِ ایمانی سے محروم ہے

علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب کا علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے نام ایک کھلا خط

محترم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ آپ کی تصانیف شرح مسلم اور تبیان القرآن کا ہمیشہ مداح رہا ہر موقع پر اپنے حلقۂ احباب میں ان کے مطالعے کی دعوت وترغیب دیتا رہا اس اعتماد پر کہ آپ کی سابقہ تحریریں مثلاً ''مقام ولایت ونبوت، ذکر بالجہر، توضیح البیان'' وغیرہ اہل سنت کی تائید وخدمت تھی خیال تو یہی تھا کہ شرح مسلم اور تبیان القرآن بھی اسی نہج پر اہل سنت ہی کی مؤید ہوں گی مگر جب ان کے کچھ مقامات کے مطالعے کا موقع ملا تو میں حیران اور ششدر رہ گیا کہ آپ مخالفین کے اعتراضات سے متاثر ہی نہیں ہوئے بلکہ آپ نے اہل سنت کے مختار اقوال کی بھی مخالفت کردی نیز آپ نے انہیں کمال ''استقامت'' کے ساتھ باطل اور بے اصل قرار دے دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اگر آپ کی تحقیق ان کے خلاف ہے تو آپ انہیں زیادہ سے زیادہ غیر مختار کہہ سکتے تھے انہیں باطل وبے اصل کہنے کا حق تو آپ کو قطعاً حاصل نہیں ہے۔

آج میں آپ کی تبیان کے تین مقامات کی نشاندہی کر رہا ہوں۔

(1) ارشاد الٰہی قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کے تحت آپ نے رسول اللہ ﷺ کے نور حسی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت نور حسی ہے اور صورت بشر ہے یا آپ ﷺ لباسِ بشری میں جلوہ گر ہوئے اور حقیقت اس سے ماوراء ہے سو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس قول کا برحق ہونا ہم پر واضح نہیں ہوسکا۔ (جلد ۳: ص ۱۳۹)

آپ یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ اس قول کا مختار ہونا ہم پر واضح نہیں ہوسکا۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے نور حسی ہونے پر وہ تمام اعتراضات نقل کیے جن کے تسلی بخش جواب علمائے اہل سنت اپنے اپنے دور میں دے چکے۔ مثلاً آپ ہی کے شیخ طریقت اور استاذ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''تسکین الخواطر اور ظل النبی ﷺ'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے جوابات موجود ہیں۔ رسالہ ظل النبی ﷺ میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کے نورِ حسی کا قائل نہیں اس کا سینہ نورِ ایماں سے خالی ہے''۔ (مقالات کاظمی ۲: ۱۵۸)

اسی طرح آپ کے معاصر فاضل مولانا محمد اشرف سیالوی نے اسی موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی جس کا نام ''تنویر الابصار بنور النبی المختار'' ہے اس کتاب میں انہوں نے نور حسی کے مخالفین کے تمام اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ لے کر انہیں محض جاہلانہ

اعتراضات قرار دیا ہے زیر بحث مسئلے میں ان سے پہلے امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''صلات الصفا فی نور المصطفیٰ ﷺ'' میں بھی حضور ﷺ کے نور حسی ہونے کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

یاد رہے اہل سنت کا نجدیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے نور معنوی ہونے کا اختلاف نہیں بلکہ نورِ حسی ہونے کا ہی اختلاف تھا۔

(2) تبیان کی اسی جلد سورۃ الانعام کی آیت نمبر 38 کے تحت آپ نے لکھا ہے کہ

ہمارے زمانے میں یہ بات بہت مشہور ہوگئی ہے کہ قرآن مجید میں ابتدائے آفرینش عالم سے دخول جنت اور دخول نار تک تمام کوائن اور حوادث اور تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان کیے گئے ہیں اور جب کہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ (جلد ۳: ص ۴۶۴)

کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ امت کی اکثریت ہمیشہ سے یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے قرآن میں تمام علوم موجود ہیں اگر اس سے کسی نے اختلاف کیا تو اس کی باقاعدہ تردید کی گئی مثلاً امام شاطبی نے جب اس کمزور موقف کو اپنانے کی کوشش کی تو بعد کے علماء نے ان کی خوب خبر لی۔ اس مسئلے پر امام احمد رضا خاں قادری نے مستقل کتاب '' انباء الحی'' لکھی جس میں ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے قرآن میں تمام امور موجود ہیں خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے کون سا باشعور عالم نہیں جانتا کہ ہمیشہ سے امت قرآن کریم سے حضور ﷺ کے علم امور دنیا پر استدلال کرتی آئی ہے اس چیز کو اجاگر کرنے کے لیے اس عاجز نے ''علم نبوی ﷺ اور امور دنیا'' کے موضوع پر کام کیا ہے۔ مذکورہ دونوں کتب پر ایک نظر ڈال لیجیے ممکن ہے مسئلہ حل ہو جائے یہاں بھی آپ نے مخالف قول کو بے اصل کہنے کی جرأت کی ہے اگر آپ اسے غیر مختار لکھ دیتے تو ممکن ہے یہ بات کسی درجے میں قابل قبول ہوتی۔

(3) آپ نے سورۂ لقمان کی آخری آیات میں علوم خمسہ کے حوالے سے لکھا:

خلاصہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا بالذات، بلاواسطہ اور از خود علم تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور ان پانچ چیزوں کا کلی علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے بتانے سے ان کی جزئیات کا علم فرشتوں کو بھی ہے اور نبیوں اور رسولوں کو بھی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی ہے اور جس کا جتنا مرتبہ زیادہ ہے اس کو اتنا زیادہ علم ہے اور سب سے زیادہ ان کی جزئیات کا علم ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو ہے۔ (جلد: ۹، ص ۲۹۰)

کیا اہلِ سنت کا نجدیوں سے یہی اختلاف ہے کہ حضور ﷺ جزئیات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے جمہور علماے اسلام کی رائے تمام کتب میں یہی ہے کہ علوم خمسہ کا بھی حضور ﷺ کو کلی علم عطا کیا گیا جو لوگ جزئیات کا علم مانتے تھے ان کا انہوں نے رد کیا ہے یہاں بھی اہل سنت کا مختار قول کلی علم کا ہی ہے نہ کہ جزئیات کا لہٰذا آپ کا جزئیات کا علم ماننا اور کلی علم کا انکار کرنا اہل سنت کے موقف کے خلاف ہے اس کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے اگلے ہی صفحے پر جمہور علما کی جو عبارات نقل کی ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ موجود نہیں کہ یہ علم جزئیات کا علم ہے۔

ہم جذبۂ خیر خواہی کے پیشِ نظر آپ کی توجہ ان مقامات کی طرف مبذول کروا رہے ہیں تا کہ آپ دوبارہ ان مسائل پر غور و فکر کریں ورنہ اہل سنت میں بہت بڑا خلفشار و انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے اور اس کا سبب آپ کی یہ عبارات بنیں گیں۔ ہم اس مکتوب کی کاپی مفتی منیب الرحمن

مدظلہٗ کو بھی بھیج رہے ہیں تاکہ متذکرہ مسائل کو باہمی مشورے سے حل کیا جاسکے۔

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں منعقدہ ''تصوف۔روح دین مصطفیٰ کانفرنس'' کے موقع پر ملک بھر کے چیدہ چیدہ مقتدر علماء نے ان عبارات پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور طے پایا کہ اس حوالے سے ایک استفتا علماے راسخین کی خدمت میں ارسال کیا جائے اور پھر اس کی روشنی میں ایک اجلاسِ خاص منعقد ہوتا کہ متفقہ اور حتمی موقف سامنے لایا جائے۔تاہم، ہم نے اس فیصلے پر عملدرآمد آپ کا جواب موصول ہونے تک مؤخر کر دیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت اور اسلاف کی پیروی کی ہمیشہ توفیق دے اور ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

والسلام مع الاکرام

اسلام کا ادنیٰ خادم

(مفتی) محمد خان قادری

شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۹۔اکتوبر ۲۰۰۸ء ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۹ھ
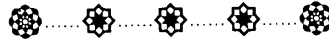
پروفیسر دلاور خاں صاحب کو مبارک باد!

جامعہ ملیہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملیر، کراچی، کے پرنسپل (جو کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، کے جوائنٹ سیکریٹری بھی ہیں) جناب پروفیسر دلاور خاں صاحب کو حکومتِ سندھ کے محکمۂ تعلیم نے M.Phil Leading to Ph.D کی اسکالرشپ کے لیے میرٹ کی بنیاد پر منتخب کیا۔آپ نے پاکستان کے ممتاز ماہر تعلیم جامعہ ملیہ، دہلی کے سابق طالب علم اور سابق صدر بھارت ڈاکٹر ذاکر حسین کے شاگرد رشید پروفیسر ڈاکٹر اسماعیل سعد کی نگرانی میں پاکستان کی ممتاز یونیورسٹی ''اقرا یونیورسٹی'' سے کل وقتی بیالیس کریڈٹ آورز پر مشتمل ایم فل اِن ایجوکیشن ڈیڑھ سال کی مدّت میں زیرِ عنوان

"A Critical Study of Performance and Appraisal System of Teacher Educators of Government Colleges of Education, Karachi."

جزوی تکمیل کے لیے چھے کریڈٹ آورز کا مقالہ تحریر کیا۔

اِدارے کے صدر جناب صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، فنانس سیکریٹری حاجی عبد اللطیف قادری اور دیگر اراکینِ ادارہ پروفیسر دلاور خاں صاحب کو ان کی اس کامیابی پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ وہ اپنے حبیب لبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں آپ کو Ph.D میں بھی سندِ ممتاز کے ساتھ کامیابی عطا فرمائے۔آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

دور و نزدیک سے

ترتیب و پیشکش: مرزا فرقان احمد

محمد منشا تابش قصوری، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (پاکستان):

معارف رضا سالنامہ ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء کے ساتھ متعدد علمی تحائف وصول پائے جو بھی ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی طرف سے انتہائی دیدہ زیب شائع کیے گئے ہیں ہر ایک لائق مطالعہ اور قابل استفادہ ہے۔

مگر ''سالنامہ'' کا جواب نہیں، مضامین کا انتخاب خوب اور محبوب ہے تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل یہ نمبر تاریخی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں زیادہ تر مقالات ''کنز الایمان'' ترجمۂ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے سو سال مکمل ہونے کی حیثیت سے قلم بند فرمائے گئے ہیں۔

پاک و ہند اور بنگلہ دیش ہی نہیں بین الاقوامی سطح پر جہاں جہاں معتقدینِ امام احمد رضا موجود ہیں ان کے لیے یہ باعثِ صد فرحت و انبساط ہے۔ تاہم آپ حضرات لائق تحسین و تبریک ہیں کہ اس سلسلے میں کنز الایمان کا صد سالہ جشن منانے میں ''معارف رضا'' کا نمبر نکال کر اوّلیت کا شرف حاصل کیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

آج اگر نازشِ لوح و قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی
حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری
حضرت الحاج مولانا محمد مقبول احمد ضیائی قادری علیہ الرحمۃ

عاشقانِ امام احمد رضا موجود ہوتے تو کتنے خوش ہوتے اور آپ حضرات کی اس بے پایاں محنت اور مساعی جمیلہ پر کس رنگ میں داد دیتے۔

جن کی تمام تر زندگی خدمتِ مسلک امام اعظم اور مشن رضا کی ترویج و ترقی کے لیے وقف تھی، ان بلند مرتبت ہستیوں کے جانے سے جو خلا پیدا ہو چکا ہے اسے پورا کرنے میں آں جناب کا کردار اور پاکیزہ عمل باعثِ اطمینان ہے۔

رضا اکیڈمی، لاہور، کے بانی اور محرّک کے جانے سے کام رک چکا ہے۔ ان کے بعد تا حال کوئی رسالہ وغیرہ سامنے نہیں لایا گیا۔ دعا کریں کسی طرح سلسلہ بحال ہو۔ تاہم اب زیادہ تر آپ لوگوں کی طرف ہی نگاہ جاتی ہے۔ امید ہے اس خلا کو حتی الامکان آپ ہی پورا کرنے کی سعی جاری رکھیں گے۔

اہلِ محبت اور رفقائے کار سے سلامِ مسنون۔

×......×......×

سید صابر حسین سلائی مشین والے، چھتری چوک ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ:

ماہنامہ ''معارف رضا'' اپریل ملا۔ اداریے (اپنی بات) کا مطالعہ کیا حضور سیدنا غوث الاعظم دستگیر عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا اعلان قَدَمُ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ پڑھا معلومات میں اضافہ ہوا۔ یہ نیا انکشاف پڑھ کر بہت زیادہ دکھ اور افسوس ہوا کہ اہلسنت کے ایک جید عالم مولوی اشرف علی سیالوی صاحب نے مقدمے میں ایسی خلاف ادب و احتیاط باتیں تحریر کیں اللہ تعالیٰ انکی آخرت بہتر فرمائے اور انکی اصلاح فرمائے، آمین۔ ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت چالیس سال بعد ملی اس سے قبل وہ نبی نہ تھے یہ دونوں باتیں وضاحت کے ساتھ ارقام فرما کر جواب سے بہرہ مند فرمائیں نوازش و مہربانی ہوگی رب جل مجدہٗ آپ کے علم و عمل میں برکت فرمائے اور ہمیں مرتے وقت تک سیدنا غوث پاک کی حقیقی و سچی غلامی نصیب فرمائے اور آخرت میں بھی ان کی معیت نصیب فرمائے آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شکریہ۔

×......×......×

تلخ سچائیاں

کالم نگار: حامد میر

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۱۹ اپریل ۲۰۰۹ء میں معروف کالم نگار جناب حامد میر صاحب کا شائع شدہ کالم ''تلخ سچائیاں'' بغیر کسی تبصرے کے ''معارفِ رضا'' کے قارئین کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

سچائی ہمیشہ تلخ ہوتی ہے لیکن سچائیوں کا اعتراف کئے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں ہوتا۔ آج کی تلخ سچائی یہ ہے کہ امریکہ کے نئے صدر بارک اوبامہ پنٹا گون اور سی آئی اے کے ہاتھوں یرغمال بن چکے ہیں۔ اوبامہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جارج ڈبلیو بش کی پالیسیوں کو تبدیل کریں گے لیکن پنٹا گون اور سی آئی اے تبدیلی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پنٹا گون اور سی آئی اے امریکہ کی چند بڑی اسلحہ ساز کمپنیوں کے مفادات کی نگرانی کررہے ہیں۔ اگر امریکی پالیسی بدلتی ہے اور دنیا میں امن قائم ہوتا ہے تو ان بڑی اسلحہ ساز کمپنیوں کو شدید نقصان ہوگا لہٰذا یہ کمپنیاں دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ کی آگ بھڑکائے رکھنا چاہتی ہیں تاکہ انکا اسلحہ اور ڈرون طیارے فروخت ہوتے رہیں۔ حملے بند ہوگئے تو ڈرون طیارے بنانیوالی کمپنی کو 2/ ارب ڈالر کا نقصان ہو جائے گا۔ گورے امریکیوں نے فوج میں بھرتی ہونا تقریباً چھوڑ دیا تھا لہٰذا پنٹا گون اور سی آئی اے نے ایک سیاہ امریکی کو صدر بنانے کا فیصلہ کیا اوبامہ کے صدر بننے کے بعد پہلے تین ماہ میں دس ہزار سے زائد سیاہ فام نوجوان امریکی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں اور اگلے چند سال کے دوران 70 فیصد سے زائد امریکی فوج سیاہ فاموں پر مشتمل ہوگی جو امریکہ کی بڑی بڑی اسلحہ ساز کمپنیوں کے مفادات کی نگران بنی رہے گی۔ حالات و واقعات بتارہے ہیں کہ پاکستان کیخلاف امریکہ کے ڈرون حملے بند نہیں ہونگے، بے گناہ پاکستانیوں کا خون بہتا رہے گا اور سی آئی اے کے تفتیشی مراکز میں مسلمان قیدیوں کو ایڈز کے انجکشن لگانے کی دھمکیوں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا کیونکہ اوبامہ کا سی آئی اے پر کوئی کنٹرول نظر نہیں آرہا۔

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے ریڈ کراس کے حوالے سے یہ خبر شائع کی ہے کہ سی آئی اے کے خفیہ تفتیشی مراکز میں ڈاکٹروں کے ذریعے قیدیوں پر تشدد کیا جاتا ہے اوبامہ خود ہی سوچیں کہ ڈرون طیارے اور سی آئی اے امریکہ کے لئے مزید نفرت پیدا کریں گے یا محبت؟ امریکی ڈرون طیاروں کے ذریعے پاکستان میں لڑی جانے والی جنگ کو کوئی پاکستان کی جنگ نہیں کہے گا۔ خودکش حملوں میں ہزاروں پاکستانیوں کے مارے جانے کے باوجود یہ امریکہ کی جنگ کہلائے گی اور امریکہ کی اس جنگ پر تنقید کے جرم میں مجھ جیسے گستاخ، قلم کاروں کو لبرل فاشسٹ دہشت گردوں کا ساتھی قرار دیتے رہیں گے۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ ہمیں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا آزاد خیال اور لبرل انگریزی اخبار ''میڈیا ٹیررسٹ'' کہتا ہے اور دوسری طرف جمعیت علمائے اسلام جیسی مذہبی جماعت کے رہنما مولانا فضل الرحمن کے حکم پر بھی ہمارے خلاف مظاہرے کئے جاتے ہیں اور قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

اچھا ہوتا کہ مولانا فضل الرحمن مجھ ناچیز کے خلاف مظاہرے کرانے کی بجائے امریکی ڈرون طیاروں کے خلاف کوئی مظاہرہ کراتے۔ انہیں میرے ایک کالم میں مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں ایک واقعے کے ذکر پر بہت تکلیف ہوئی اور ان کی جماعت مجھے قتل کی دھمکیاں دینے پر اتر آئی، کاش کہ وہ اس قسم کا ردعمل اسلام آباد کی لال مسجد میں ہونے والے قتل عام پر بھی دکھاتے۔ اس وقت تو مولانا صاحب لندن جا بیٹھے تھے اور پیچھے سے لال مسجد میں قتل عام

شروع ہو گیا۔ مولانا کے چند ہزار ساتھی بھی باہر آجاتے تو یہ قتل عام رک سکتا تھا۔ میری ان کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں۔ 1999ء میں امریکہ نے حملوں کی دھمکیاں دیں تو مولانا فضل الرحمن نے ان دھمکیوں کے خلاف بھرپور رد عمل کا مظاہرہ کیا اور اس وقت میں نے ان کے حق میں کالم لکھے۔ بعض جلسوں میں خطاب کیلئے وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے رہے معاملہ بگڑا جب جنرل پرویز مشرف اقتدار میں آئے۔ مولانا فضل الرحمن نے مولانا حسین مدنی کے صاحبزادے اسعد مدنی کو اپریل 2001ء میں پاکستان بلایا۔ انہوں نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں کشمیر کی تحریک آزادی کے خلاف باتیں کیں جس پر انہیں پتھر مارے گئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ کشمیر کی تحریک آزادی میں قربانی دینے والے شہید نہیں بلکہ صرف ہندوستان کے باغی ہیں۔ اس بیان پر تنقید میرا جرم ٹھہرا اور مولانا فضل الرحمن ناراض ہو گئے۔ افسوس کہ مولانا صاحب کو کشمیر میں شہید ہونے والوں کا مذاق اڑائے جانے پر تکلیف نہ ہوئی لیکن مولانا حسین احمد مدنی کے صاحبزادے پر تنقید انہیں بہت بری لگی۔ میں اس بحث کو طوالت نہیں دینا چاہتا کیونکہ مولانا فضل الرحمن اپنے مہربانوں کے ذریعے اپنا جواب ''جنگ'' میں شائع کروا چکے ہیں لیکن وہ یہ توقع نہ رکھیں کہ قتل کی دھمکیوں سے مجھے مرعوب کر لیں گے، یہ کام تو جنرل پرویز مشرف بھی نہ کر سکا۔ مولانا کے ایک قریبی ساتھی محمد ریاض درانی نے ایک طویل خط مجھے بھیجا ہے انہوں نے طعنہ دیا ہے کہ آپ کے چیف جسٹس افتخار چوہدری نے پی سی او پر حلف اٹھالیا تھا لیکن آئین پر حلف نہیں اٹھایا آپ نے اس اصولی بات پر ناراض ہو کر لڑاکی عورتوں کی طرح مولانا فضل الرحمن کے ساتھ ساتھ ان کے بزرگوں کی بھی توہین کر دی۔ درانی صاحب گزارش ہے کہ جس پی سی او پر جسٹس افتخار نے حلف اٹھایا اس پی سی او کو آپ لوگوں نے سترہویں ترمیم کے تحت جائز قرار دلوایا۔ اگر جسٹس افتخار مجرم ہے تو آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟

محمد ریاض درانی نے بھی ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی کی کتاب میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق واقعے کی صحت سے انکار کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں اس واقعے کے راوی کلکتہ کے بیوپاری، اسماعیلی فرقے کے مرزا ابوالحسن اصفہانی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اصفہانی نہ سہی آپ کو آغا شورش کاشمیری پر تو اعتبار ہو گا۔ انکی کتاب '' فیضان اقبال'' پڑھ لیجئے جس میں آغا صاحب نے کچھ نیشنلسٹ علماء کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر آغا صاحب نے بھی غلط لکھا ہے تو درانی صاحب ثابت کر دیں میں غلطی تسلیم کر لوں گا۔ درانی صاحب نے چند سال قبل اپنے دستخطوں سے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق فرید الوحیدی کی کتاب مجھے عنایت کی تھی اس کتاب میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی پر سخت تنقید کی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں علماء مدنی صاحب کے ناقدین تھے۔ اس کتاب کے صفحہ 553 پر مفتی محمد شفیع کے ایک فتوے کا ذکر ہے جس میں انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کیلئے مسلم لیگ میں شمولیت لازمی اور کانگریس میں شمولیت حرام ہے۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کے خلاف جو زبان استعمال کی گئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی صرف کانگریس کے حامی مسلمانوں کے لئے محترم تھے پاکستان کے حامی مسلمان ان کے سخت خلاف تھے اور اسی لئے پاکستان بننے کے بعد مدنی صاحب نے پاکستان کو کبھی تسلیم نہ کیا۔ محمد ریاض درانی سے گزارش ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کے ''خطبات صدارت'' بھی پڑھ لیں۔ مدنی صاحب نے پاکستان بننے کے بعد بھی قائد اعظم کے بارے میں جو زبان استعمال کی میں اسے دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔ آج پاکستان کا اصل مسئلہ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے مخالفین کا دفاع نہیں بلکہ پاکستان کا دفاع ہے۔ پاکستان کو امریکہ نواز لبرل فاشسٹوں سے بھی خطرہ ہے اور مذہب کے نام لیوا انتہا پسندوں سے بھی خطرہ ہے۔ ایسے میں قوم کا متحد ہونا بہت ضروری ہے۔

العلیم فاؤنڈیشن ٹرسٹ (پاکستان) کی سفیرِ اسلام، مبلّغِ اعظم

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھیؒ پر اشاعتِ خاص

آخری مراحل میں ہے !!!

مدیرِ اعلیٰ: پروفیسر محمد آصف خان علیمی قادری

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقیؒ کی شخصیت، افکار، خدمات واثرات پر عالم اسلام کے معروف اہل قلم کی خصوصی نگارشات اور منقبتیں، مبلغ اسلام کے نادر خطوط، مضامین، تقاریر اور شاعری کے نادر نمونے اور ممتاز علمائے اہلسنت کے تاثرات پر مبنی تاریخی اشاعت

سات زبانوں میں پہلی بار

ایک شخصیت .... ایک پیغام ...... ایک مشن

ہر صاحبِ ایمان اور مبلّغِ اسلام کی ضرورت

اشاعت خاص اپنے موضوع پر لوازمے کے لحاظ سے ایک وقیع اور قیمتی دستاویز ہوگی، جس میں **۲۰** ویں صدی کی اس عظیم شخصیت کا مطالعہ، آج کے حالات میں تبلیغ دین اور غلبۂ اسلام کے لئے کام کرنے والوں کو رہنمائی دے گا۔

اپنی کاپی کے حصول کو یقینی بنانے کیلئے آج ہی رُجوع کریں اور اس خصوصی اشاعت میں اپنے اشتہارات کی شمولیت اور تعاون کیلئے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0333-2153112

تاریخ: ____________ رکنیت نمبر: ____________

رکنیت فارم

ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی

نام ____________ ولدیت ____________

پتہ ____________

____________ پوسٹ کوڈ ____________

فون: ____________ ای میل ____________

معارف رضا سے متعلق اہم گزارشات و معلومات

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/30 روپیہ، سالانہ =/300 روپیہ ہے۔ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں، اگر پہلے سے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ رقم لفافہ میں رکھ کر ہرگز نہ بھجوائیں، چیک یا پوسٹل آرڈر بھی ارسال نہ کریں، اگر کوئی مجبوری ہو تو ڈرافٹ بھیج سکتے ہیں جو ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی کے نام کا ہو۔ اگر سالانہ فیس سے زائد رقم بھجوائیں تو اس کی تشریح ضرور لکھیں کہ اتنی رقم کس مقصد کے لئے ارسال ہے۔ سالانہ فیس کی میعاد ختم ہونے پر خریدار کو اطلاع دی جاتی ہے، اس اطلاع کے بعد جب تک رکنیت فیس موصول نہ ہوگی، پرچہ کی ترسیل بند رہے گی۔ رسالہ V.P نہیں کیا جاتا۔ کسی ماہ پرچہ 10 تاریخ تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں۔ ادارہ ہر ماہ یکم شمسی تاریخ کو تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے، نہ ملنا محکمۂ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی حضرات کے لئے سالانہ ممبر شپ =/50 ڈالر اور تاحیات رکنیت فیس مبلغ =/500 امریکن ڈالر ہے جو بصورت بینک ڈرافٹ/چیک بنام ''ماہنامہ معارف رضا کراچی'' اکاؤنٹ نمبر 45-5214 حبیب بینک پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی بنوا کر براہِ راست ارسال کی جاسکتی ہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان

25، جاپان مینشن، دوسری منزل، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400 -

فون: 2725150-21-0092 فیکس: 2732369

Log on to: www.imamahmadraza.net.

رضا اکیڈمی۔ لاہور

تسہیل
کنزالایمان
مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ) لاہور چھاؤنی

محاسن کنزالایمان